عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ترجمان

ہفت روزہ

ختم نبوت

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

قیمت: ۱۰ روپے

جلد: ۳۲ | ۲۸ رجب تا ۵ شعبان ۱۴۳۴ھ مطابق ۸ تا ۱۵ جون ۲۰۱۳ء | شمارہ: ۲۲

موجودہ معاشرہ
اک نظر میں

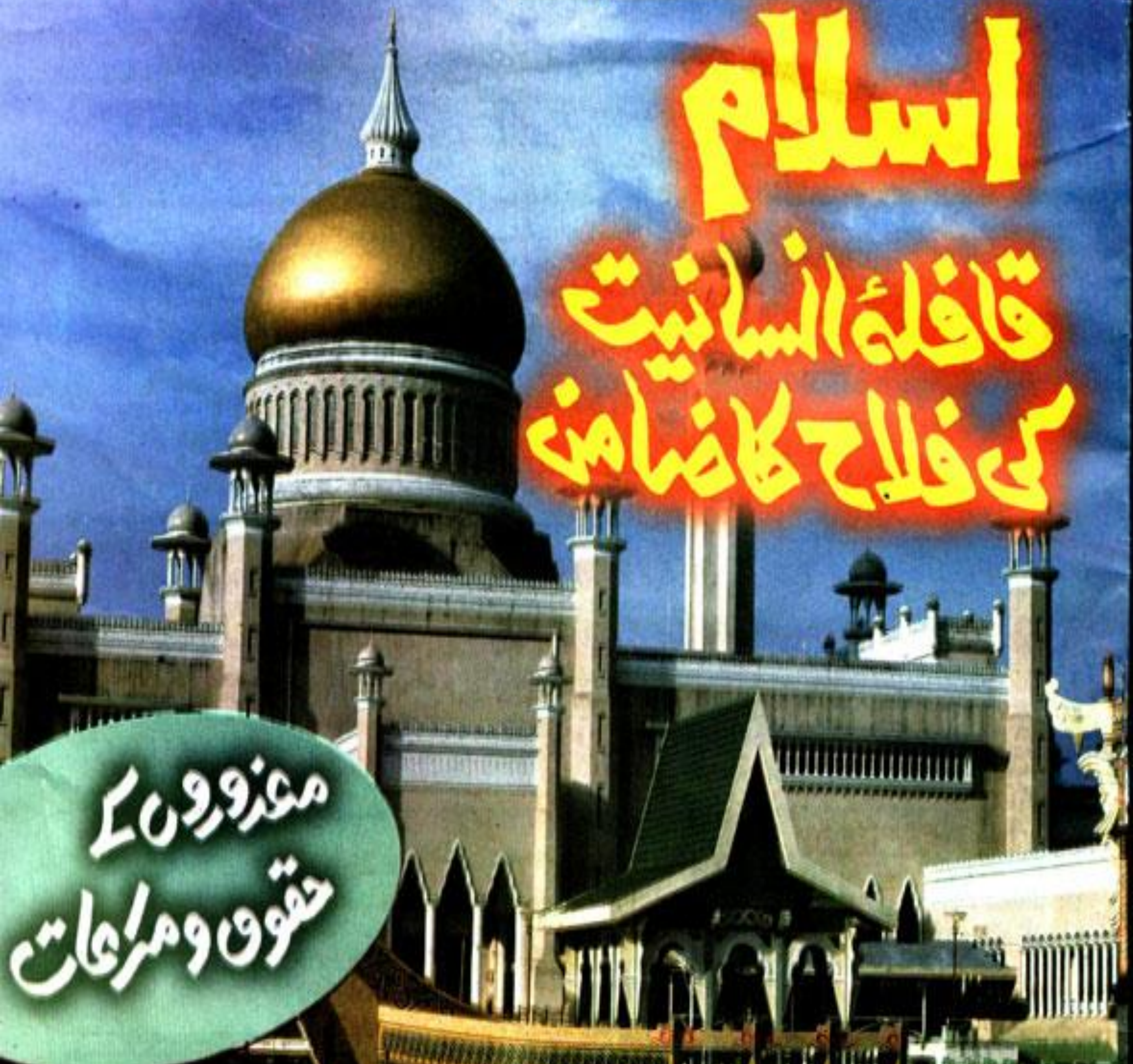

اسلام
قافلۂ انسانیت کی فلاح کا ضامن

معذوروں کے حقوق و مراعات

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.com.pk
Email: editorkn@yahoo.com

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.org
http://www.khatm-e-nubuwwat.com

مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

شرابی شوہر کی بیوی کا حکم

ابوحسان، کراچی

س:...... اگر شوہر شراب پیتا ہو تو کیا بیوی کے لئے اس کے ساتھ رہنا حرام ہوجائے گا، اور اس کے نکاح میں فرق آئے گا؟

ج:...... شراب پینا قرآن وسنت کی رو سے حرام ہے اور گناہ کبیرہ ہے اور یہ کئی بُرائیوں کا مجموعہ ہے، اس لئے ایک مسلمان کو اس سے سختی سے پرہیز کرنا چاہئے۔ تاہم اس سے آپ کے نکاح میں کوئی فرق نہیں آیا اور نہ ہی آپ کے لئے شوہر سے الگ ہونا ضروری ہے۔ ہاں! نشہ کی حالت میں اگر شوہر طلاق دے دے تو وہ طلاق واقع ہوجائے گی۔

نفلی صدقہ اور صدقہ جاریہ میں فرق

محمد عبداللہ، کراچی

س:...... صدقہ جاریہ میں اور نفلی صدقہ میں کیا فرق ہے؟

ج:...... صدقہ جاریہ ایصال ثواب کی غرض سے کیا جاتا ہے، مثلاً مرحومین کی طرف سے یا خود اپنے لئے ایسا نیکی کا کام کرنا جس کی وجہ سے مسلسل اجر وثواب ملتا رہے، مثلاً: مسجد تعمیر کرادینا، مدرسہ بنادینا، دینی کتابیں اور قرآن مجید ہدیہ کردینا کہ جب تک لوگ اس کو پڑھتے رہیں گے اجر وثواب ملتا رہے گا۔ اسی طرح کنواں کھدوانا، پانی پلانے کا انتظام کردینا، ہسپتال بنوانا، یہ سب صدقہ جاریہ ہیں۔ اس کے علاوہ ضرورت مند اور مستحق افراد کی ضرورت کو پورا کرنا زکوٰۃ اور صدقات واجبہ کے علاوہ تو یہ نفلی صدقہ خیرات کہلاتا ہے، مثلاً: کسی بھوکے کو کھانا کھلادینا، کسی کو کپڑے دے دینا یا کسی مستحق کی دیگر ضروریات کو پورا کردینا۔ زکوٰۃ کے علاوہ نفلی صدقہ خیرات کی حدیث شریف میں بہت فضیلت بیان ہوئی ہے اور اس کی بدولت بہت سی آفات و مصائب ٹال دیئے جاتے ہیں۔

عورت کا بغیر محرم کے سفر کرنا

س:...... کیا بغیر محرم عورت سفر کرسکتی ہے، جبکہ اس کے ساتھ دوسری عورتیں بھی ہوں؟

ج:...... حج وعمرہ کا سفر بغیر محرم کے عورت کے لئے جائز نہیں، اسی طرح ہر وہ سفر جو شرعی ہو، جس میں نماز قصر کرنے کی اجازت ہو وہ بھی بغیر محرم کے نہیں کرسکتی۔ اس کے علاوہ اگر قریب کا سفر ہو تو پردہ کا اہتمام کرتے ہوئے کرسکتی ہے، اس کی اجازت ہے۔

معاف کرنے کے بعد دوبارہ اپنے حق کا مطالبہ

س:...... میں ایک پراپرٹی ایجنٹ ہوں اور ایک کلائنٹ کے ساتھ میری ڈیل ہوئی، جس میں کمیشن طے تھا، کام ہوجانے کے بعد طے شدہ کمیشن پر کلائنٹ بحث کرنے لگا کہ یہ زیادہ ہے، اس میں اتنی رقم مزید کم کرو، تو میں نے اور کم کردیا۔ اب باقی رقم ادا کرنے میں وہ ٹال مٹول سے کام لینے لگا، اس پر ہماری پھر بحث ہوئی۔ آپ سے پوچھنا یہ ہے کہ جو پہلے کمیشن طے ہوا، کیا میں اس کا مطالبہ کرسکتا ہوں؟ کیونکہ بعد میں تو میں نے اس میں کمی کردی ہے۔ اب معاف کرنے کے بعد دوبارہ مطالبہ کرنا درست ہے؟

ج:...... جب ایک بار کمیشن طے ہوگیا تھا تو آپ کے کلائنٹ کے ذمہ اسے ادا کرنا ضروری تھا۔ بہرحال بعد میں آپ نے کم کردیا تھا اور اس پر اتفاق ہوگیا تو اب اس کے ذمہ یہی ادا کرنا ہوگا۔ معاف کرنے کے بعد اب دوبارہ پہلے والے کمیشن کا مطالبہ کرنا آپ کے لئے درست نہیں۔

قرآن کریم پڑھانے کی فیس لینا

س:...... کیا قرآن کریم پڑھانے پر فیس لینا جائز ہے؟

ج:...... قرآن مجید پڑھانا جائز ہے اور اس پر جو فیس لی جاتی ہے، وہ وقت صرف کرنے کی وجہ سے لی جاتی ہے، اس لئے یہ لینا جائز ہے۔

ہفت روزہ ختم نبوت

مجلس ادارت

مولانا سیّد سلیمان یوسف بنوری صاحبزادہ مولانا عزیز احمد

علامہ احمد میاں حمادی مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

مولانا قاضی احسان احمد

جلد:۳۲ ۲۸/رجب تا ۵/شعبان ۱۴۳۴ھ مطابق ۸ تا ۱۵/جون ۲۰۱۳ء شمارہ:۲۲

سرپرست

حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی مدظلہ

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر مدظلہ

مدیر اعلیٰ

مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ

مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر

مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

معاون مدیر

عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر

حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ

منظور احمد میو ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر

محمد انور رانا

تزئین و آرائش

محمد ارشد خرم، محمد قیس، عرفان خان

اس شمارے میں!

عنوان	صفحہ	مصنف
اسلامی نظریاتی کونسل کی مستحسن سفارشات	۵	محمد اعجاز مصطفیٰ
اٹھائیسویں سالانہ ختم نبوت کانفرنس برمنگھم	۷	مفتی خالد محمود
اسلام ہی قافلہ انسانیت کی فلاح کا ضامن	۱۱	شمس الحق ندوی
موجودہ معاشرہ.....ایک نظر میں	۱۳	مولانا محمد عاشق الٰہی بلند شہریؒ
معذوروں کے حقوق و مراعات	۱۶	مفتی کرم محی الدین قاسمی
مختلف معاشروں کا اختلاط اور نقصان	۱۹	مولانا گل نواز ایوبی
بے چین زندگی	۲۱	مولانا محمد احمد پرتاب گڑھیؒ
مسلک دیوبند.....	۲۳	مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی
شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندیؒ	۲۵	مرسلہ مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی
خدمت اور عبادت.....دونوں کے پلڑے برابر	۲۶	چوہدری افضل حقؒ
خبروں پر ایک نظر	۲۷	ادارہ

بیاد

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ

مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ

مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ

محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ

خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ

فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ

مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ

ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ

جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ

شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

حضرت مولانا سید انور حسین نفیس الحسینیؒ

مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ

شہید ختم نبوت حضرت مفتی محمد جمیل خانؒ

شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

زر تعاون بیرون ملک

امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا: ۹۵ ڈالر یورپ، افریقہ: ۷۵ ڈالر، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۶۵ ڈالر

زر تعاون اندرون ملک

فی شمارہ ۱۰ روپے، ششماہی: ۲۲۵ روپے، سالانہ: ۴۵۰ روپے

چیک - ڈرافٹ بنام ہفت روزہ ختم نبوت، اکاؤنٹ نمبر 8-363 اور اکاؤنٹ نمبر 2-927 الائیڈ بینک بنوری ٹاؤن برانچ (کوڈ: 0159) کراچی پاکستان ارسال کریں۔

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)

ایم اے جناح روڈ کراچی، فون: ۳۲۷۸۰۳۳۷-۳۴۲۳۴۴۷۶ فیکس: ۳۲۷۸۰۳۴۰

Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)

Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi

Ph:32780337, 34234476 Fax:32780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان

فون: ۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶، ۰۶۱-۴۵۸۳۴۸۶

Hazori Bagh Road Multan

Ph:061-4583486, 061-4783486

لندن آفس:

35,Stockwell Green

London, SW9 9HZ U.K

Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمٰن جالندھری مطبع: القادر پرنٹنگ پریس طابع: سید شاہد حسین مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

درسِ حدیث

قیامت کے حالات

مؤمنِ کامل کی شناخت

مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

"حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں کوئی مؤمن نہیں ہوسکتا یہاں تک کہ اپنے بھائی کے لئے وہی چیز پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔" (ترمذی ج:۲ ص:۷۴)

حدیث میں مؤمن سے مراد مؤمنِ کامل ہے، اور مطلب یہ ہے کہ مؤمنِ کامل وہی ہے جو اپنے دُوسرے مسلمان بھائیوں کے لئے بھی وہی چیز پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے، اور جو چیز اپنے لئے پسند نہ کرتا ہو دُوسروں کے لئے بھی پسند نہ کرے۔ مثلاً: کوئی شخص یہ نہیں چاہتا کہ دُوسرے لوگ اس کی عزّت و حرمت پامال کریں، اس کی غیبت کریں، اس کے خلاف کوئی سازش کریں، اس کی جان و مال اور عزّت و آبرو کو کوئی نقصان پہنچائیں، تو جس طرح اپنے حق میں ان چیزوں کو پسند نہیں کرتا، ٹھیک اسی طرح دُوسروں کے حق میں بھی ان چیزوں کو پسند نہ کرے، کسی کی غیبت نہ کرے، کسی کو نقصان نہ پہنچائے، کسی کی عزّت و حرمت پامال نہ کرے۔ الغرض! کمالِ ایمان کا معیار یہ ہے کہ آدمی دُوسروں کے لئے بھی وہی بات پسند کرے جو اپنے لئے کرتا ہے۔

"حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک دن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سوار تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے مخاطب کرکے فرمایا: اے لڑکے! تو اللہ کے حقوق کی حفاظت کر، اللہ تیری حفاظت کرے گا، تو اللہ کے حقوق کی حفاظت کر، تو اس کو اپنے سامنے پائے گا، اور جب کچھ مانگنا ہو تو اللہ تعالیٰ سے مانگ، اور جب مدد کی ضرورت ہو تو اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کر، اور یقین رکھ کہ ساری جماعت اگر تجھے کوئی نفع پہنچانے پر جمع ہوجائے تو تجھے کوئی نفع نہیں پہنچاسکتی، سوائے اس کے جو اللہ تعالیٰ نے تیرے لئے لکھ دیا ہے، اور اگر ساری جماعت تجھے کوئی نقصان پہنچانے پر جمع ہوجائے تو تجھے کوئی نقصان نہیں پہنچاسکتی، سوائے اس کے جو اللہ تعالیٰ نے تیرے لئے لکھ دیا ہے، قلم اُٹھالئے گئے اور صحیفے خشک ہوگئے۔" (ترمذی ج:۲ ص:۷۸)

شیخ مُلّا علی القاری رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

"اللہ سے مانگ، یعنی صرف اللہ تعالیٰ سے مانگ، اس لئے کہ عطیات کے خزانے اسی کے پاس ہیں، اور عطا و بخشش کی کنجیاں اسی کے ہاتھ میں ہیں، ہر نعمت یا رحمت، خواہ دُنیا کی ہو یا آخرت کی، جو بندے کو پہنچتی ہے یا اس سے دفع ہوتی ہے وہ بغیر کسی شائبہ، غرض یا ضمیمہ علت کے صرف اسی کی رحمت سے ملتی ہے، کیونکہ وہ جوادِ مطلق ہے، اور وہ ایسا غنی ہے کہ کسی کا محتاج نہیں، اس لئے اُمید صرف اسی کی رحمت سے ہونی چاہئے اور تمام اُمور میں اعتماد اسی کی ذات پر ہونا چاہئے، اس کے سوا کسی سے نہ مانگے، کیونکہ اس کے سوا کوئی دُوسرا نہ دینے پر قادر ہے، نہ روکنے پر، نہ مصیبت ٹالنے پر، نہ نفع پہنچانے پر، کیونکہ اس کے ماسوا خود اپنی ذات کے نفع نقصان کا اختیار نہیں رکھتے، نہ وہ موت و حیات اور جی اُٹھنے کی قدرت رکھتے ہیں۔"

اور آگے "ساری جماعت" کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"بے شک ساری اُمت" یعنی تمام مخلوق، خاص و عام، انبیاء و اولیاء اور ساری اُمت بالفرض اس بات پر متفق ہوجائیں کہ دُنیا و آخرت کے کسی معاملے پر تجھے کسی چیز کا نفع پہنچائیں تو تجھے نفع پہنچانے پر قادر نہیں۔" (مرقاۃ المفاتیح ج:۵ ص:۹۱)

اور حضرت پیرانِ پیر شاہ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ "الفتح الربانی" کی مجلس:۶۱ میں فرماتے ہیں:

"اِنَّ الْخَلْقَ عَجْزٌ عَدَمٌ، لَا هُلْكَ بِأَيْدِيهِمْ وَلَا مِلْكَ، لَا غِنٰى بِأَيْدِيهِمْ وَلَا فَقْرَ، وَلَا ضُرَّ بِأَيْدِيهِمْ وَلَا نَفْعَ، وَلَا مِلْكَ عِنْدَهُمْ إِلَّا اللهُ عَزَّ وَجَلَّ لَا قَادِرَ غَيْرُهُ، وَلَا مُعْطِيَ وَلَا مَانِعَ، وَلَا ضَارَّ وَلَا نَافِعَ غَيْرُهُ، وَلَا مُحْيِيَ وَلَا مُمِيتَ غَيْرُهُ." (الفتح الربانی مجلس:۶۱)

ترجمہ:... "بے شک مخلوق عاجز اور عدمِ محض ہے، نہ ہلاکت ان کے ہاتھ میں ہے، اور نہ ملک، نہ مالداری ان کے قبضے میں ہے، نہ فقر، نہ نقصان ان کے ہاتھ میں ہے اور نہ نفع، نہ اللہ کے سوا ان کے پاس ملک ہے، اور نہ اس کے سوا کوئی قادر ہے، نہ اس کے سوا کوئی دینے والا ہے نہ روکنے والا، نہ کوئی نقصان پہنچاسکتا ہے، نہ نفع دے سکتا ہے، نہ اس کے سوا کوئی زندگی دینے والا ہے نہ موت۔"

☆☆......☆☆

اداریہ

محمد اعجاز مصطفیٰ

اسلامی نظریاتی کونسل کی مستحسن سفارشات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

اسلامی جمہوریہ پاکستان اسلام کے نام پر وجود میں آیا، اس کے آئین میں قرآن وسنت کو اس کا سپریم لاء قرار دیا گیا اور ملک میں رائج تمام قوانین کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کا عزم کیا گیا اور اس کے لئے ایک ادارہ اسلامی نظریاتی کونسل اس غرض سے وجود میں آیا کہ یہ ادارہ ملک میں رائج قوانین کا ازسرِ نو جائزہ لے کر حکومت کو سفارش کرے گا کہ وہ فلاں فلاں قانون کو اس طرح اسلامی قوانین میں تبدیل کرے، لیکن تاحال ایسا نہ ہوسکا۔

ادھر حکومت نے عوامی دباؤ کے پیش نظر بادل نخواستہ کچھ دفعات اسلامی قانون کے مطابق نافذ کیں تو مغربی دنیا اور ان کے پالتو حواریین اور آلۂ کاروں نے آسمان سر پر اٹھالیا کہ اقلیتوں کے ساتھ ظلم ہورہا ہے، یہ قوانین نافذ کرکے ان کے حقوق کو سلب کیا جارہا ہے، ان کے ساتھ امتیازی سلوک کیا جارہا ہے وغیرہ وغیرہ۔ سب کو معلوم ہے کہ اس واویلا اور شور شرابہ کے پیچھے قادیانیت اپنا کام کرتی رہی ہے۔ ہر حکومت ان کے اس شور شرابہ، پروپیگنڈا اور مغربی آقاؤں سے متاثر ہوکر ان کے سامنے معذرت خواہانہ رویہ اور ان قوانین میں تبدیلی کے لئے حامی بھرتی رہی ہے۔

۱۹۸۴ء میں تعزیرات پاکستان میں دفعہ ۲۹۵سی کا جب سے اضافہ کیا گیا، اس وقت سے اس کے نفاذ میں قانون نافذ کرنے والے ادارے لیت ولعل سے کام لیتے آرہے ہیں، بلکہ حکومت کا حصہ بننے والے بزرجمہر اس قانون کے خلاف اسمبلیوں میں کئی بار اپنے بغض وعناد اور غیض وغضب کا اظہار فرماچکے ہیں۔ پاکستان پیپلز پارٹی کے گزشتہ دور حکومت میں اس قانون کے خلاف ایک بار پھر حکومت نے ترمیم کرنے کی کوشش کی تو ملک بھر میں اس کے خلاف مظاہرے ہوئے اور پورا ملک اضطرابی کیفیت سے دوچار ہوا تو اس وقت کے وزیراعظم جناب سید یوسف رضا گیلانی نے اپنی حکومت کے وزیر قانون جناب بابر اعوان صاحب کو اس کام پر لگایا کہ اس قانون کا ازسرِنو جائزہ لیا جائے اور حتمی رپورٹ پیش کی جائے۔ جناب بابر اعوان صاحب نے بڑی محنت اور عرق ریزی سے قرآن کریم اور حدیث نبویہ کی روشنی میں اس قانون کا جائزہ لیا تو اپنی رپورٹ میں لکھا کہ یہ قانون سو فیصد درست ہے اور توہین رسالت کے مجرم کی سزا سزائے موت ہے۔ وزیراعظم صاحب نے فیصلہ کیا کہ حکومت اس قانون کو نہیں چھیڑے گی اور اس کی مکمل رپورٹ کی فائل حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم کو پیش کی۔

اس کے بعد محسوس یہ ہوتا ہے کہ حکومت نے اسلامی نظریاتی کونسل سے اس قانون کے بارہ میں رائے طلب کی ہوگی، جس پر پوری تحقیق کرکے اسلامی نظریاتی کونسل نے دوسری سفارشات کے علاوہ توہین رسالت کے قانون میں کسی قسم کی ترمیم کرنے سے اجتناب کی سفارش کرتے ہوئے خبردار کیا کہ اس قانون کو نہ چھیڑا جائے ورنہ اقلیتیں غیر محفوظ ہوجائیں گے۔ آپ بھی یہ خبر ملاحظہ فرمائیں:

’’اسلام آباد (نمائندہ جنگ) اسلامی نظریاتی کونسل نے خواتین کے منافی اقدامات (ترمیمی) فوجداری ایکٹ ۲۰۱۱ء مصیبت زدہ اور زیر حراست خواتین کے لئے فنڈ کے قیام کے ایکٹ (ترمیمی) بل ۲۰۱۱ء زنا بالجبر کے کیسوں میں ڈی این اے ٹیسٹ کو بطور شہادت قبول کرنے اور توہین رسالت ایکٹ میں ترامیم پر غور کرنے کے بعد اپنی سفارشات کی منظوری دی ہے جو حکومت کو بھجوائی جائیں گی۔ اسلامی نظریاتی کونسل نے کہا ہے کہ قانون توہین رسالت میں ترمیم کی گئی تو اقلیتیں غیر محفوظ ہو جائیں گی جبکہ مطالبہ کیا گیا ہے کہ پاکستان کی نظریاتی اور فکری اساس کے خلاف جو تبدیلیاں نصاب تعلیم میں کی گئی ہیں انہیں واپس لیا جائے۔ سفارشات کی منظوری چیئرمین سینیٹر مولانا محمد خان شیرانی کی زیر صدارت ہونے والے کونسل کے دوروزہ اجلاس میں دی گئی۔ اجلاس میں ارکان کونسل مفتی غلام مصطفیٰ رضوی، جسٹس (ر) نذیر اختر، جسٹس (ر) مشتاق احمد میمن، ڈاکٹر محمد ادریس سومرو، علامہ سیّد افتخار حسین نقوی، سیّد سعید احمد شاہ گجراتی، علامہ محمد یوسف اعوان، مولانا حافظ طاہر محمود اشرفی، ڈاکٹر محمد مشتاق کلوٹا، مولانا محمد حنیف جالندھری، مفتی محمد ابراہیم قادری، مولانا فضل علی حقانی، پیر میاں عبدالباقی، علامہ حافظ زبیر احمد ظہیر، محترمہ ڈاکٹر فریدہ احمد صدیقی اور سیّد فیروز جمال شاہ کاکاخیل نے شرکت کی۔ ایجنڈا آئٹمز پر غور و خوض کرتے ہوئے صوبہ پنجاب کے نصاب تعلیم میں سے اسلامی، ملی، دینی اور نظریہ پاکستان کی عکاسی کرنے والے مضامین کو اسکولوں کے نصاب سے خارج کر کے ان کی جگہ دیگر مضامین شامل کرنے کے حوالے سے کونسل نے قرار دیا کہ یہ امر افسوسناک ہے اور کونسل کو اس پر سخت تشویش ہے کسی بھی قوم کی سوچ فکر، تہذیب، تمدن اور سیرت و کردار کو بنانے اور سنوارنے میں نصاب تعلیم کو کلیدی حیثیت حاصل ہے۔ کونسل نے صوبہ پنجاب کے اسکولوں کے موجودہ اور سابقہ نصاب کی بعض کتب کا جائزہ لیا اور مطالبہ کیا کہ پاکستان کی نظریاتی اور فکری اساس کے خلاف جو تبدیلیاں نصاب تعلیم میں کی گئی ہیں، انہیں واپس لیا جائے اور فی الفور قدیم نصاب دوبارہ رائج کیا جائے، جس میں نبی اکرم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات، سیرت رسول، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، مسلمانوں کے تابناک ماضی اور نظریہ پاکستان اور دوقومی نظریہ سے متعلق مضامین شامل تھے۔ کونسل نے ڈی جی ریسرچ و سیکریٹری کونسل محمد الیاس خان کو ہدایت کی کہ تمام صوبوں کی تعلیم کی وزارتوں کو مراسلہ بھیجیں جس میں مطالبہ کیا جائے کہ وہ اپنے صوبے میں پہلی جماعت سے دسویں جماعت تک نصابی کتب کونسل کو ارسال کریں تاکہ کونسل ان کتب کا تفصیلی جائزہ لے کر خامیوں کی نشاندہی کر سکے۔ علاوہ ازیں کونسل نے رکن کونسل علامہ حافظ زبیر احمد ظہیر کو بھی ذمہ داری سونپی کہ وہ چاروں صوبوں بشمول گلگت، بلتستان آزاد کشمیر میں رائج نصاب کا جائزہ لے کر نصاب میں موجود خامیوں کی نشاندہی کر کے کونسل کو رپورٹ پیش کریں تاکہ کونسل ان کے لئے کوئی موثر لائحہ عمل اختیار کر سکے.....‘‘ (روزنامہ جنگ کراچی، ۳۰؍مئی ۲۰۱۳ء)

ہم حکومت سے یہ کہنا چاہیں گے کہ حکومت نے پہلے ہی اس قانون کو اتنا پیچیدہ بنا دیا ہے کہ توہین رسالت کے مجرم کے خلاف ایف آئی آر درج کرانے کے لئے ڈی ایس پی کی پیشگی منظوری ضروری ہے اور اگر کوئی مسلمان اس کے باوجود ایف آئی آر درج کرانے میں کامیاب ہو جاتا ہے تو بجائے مجرم کو پکڑنے کے الٹا مدعی کے خلاف جھوٹی کہانیاں بنانا اور اسے ڈرانا دھمکانا ہمارے قانون نافذ کرنے والوں کا بائیں ہاتھ کا کھیل بن گیا ہے، جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ لاقانونیت کو شہ ملتی ہے اور لوگ خود قانون کو ہاتھ میں لے لیتے ہیں جیسا کہ سابق گورنر پنجاب سلمان تاثیر کا حشر پوری دنیا کے سامنے ہے۔

لہٰذا ہم حکومت کو خیر خواہانہ اور ہمدردانہ مشورہ دیتے ہیں کہ اسلامی نظریاتی کونسل کی ان سفارشات کو قبول کیا جائے اور اس قانون میں کسی قسم کی ترمیم یا اس کے بدلنے کی ہرگز ہرگز کوشش نہ کی جائے، ورنہ ایسی لاقانونیت پھیلے گی کہ اس کا کنٹرول کرنا حکومت کے بس میں نہ ہوگا۔ ان ارید الا الاصلاح ما استطعت وما توفیقی الا باللّٰہ۔

وصلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد وآلہ وصحابہ اجمعین

اٹھائیسویں سالانہ ختم نبوت کانفرنس برمنگھم

جو برطانیہ کے شہر برمنگھم کی سینٹرل جامع مسجد میں ۹؍جون بروز اتوار منعقد ہو رہی ہے، جس میں عالمِ اسلام کے ممتاز علمائے کرام ختم نبوت کی اہمیت پر روشنی ڈالیں گے

مفتی خالد محمود

اسلام ایک کامل اور مکمل دین ہے جس کا اعلان حجۃ الوداع کے موقع پر کر دیا گیا اور اس تکمیلِ دین کے اعلان کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمت بھی اس اُمتِ محمدیہ پر تام کر دی اور اس اُمت کے لیے دینِ اسلام کو پسندیدہ دین قرار دیا۔ اور یہ بھی بتا دیا کہ اللہ کے نزدیک دین تو دینِ اسلام ہی ہے، اس کے علاوہ کوئی اور دین اختیار کیا جائے گا تو وہ اللہ کے ہاں ہرگز قابل قبول نہیں ہوگا۔

دین کی تکمیل کا مطلب یہ ہے کہ دین اب قیامت تک باقی رہے گا، اب اس میں کسی تبدیلی، کسی اضافے، کسی ترمیم کی گنجائش نہیں، لہٰذا جب دین مکمل ہو چکا ہے تو انبیاء کی بعثت کا مقصد بھی مکمل ہو چکا، لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اب نہ کسی نبی کی ضرورت ہے اور نہ کسی نبی کی گنجائش، لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے ساتھ ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ختمِ نبوت کا بھی اعلان کر دیا گیا اور نبوت وانبیاء کا جو سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا تھا، وہ سلسلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم کر دیا گیا۔ حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے آخری نبی ہیں، آپ کے بعد قیامت تک کوئی نبی نہیں آئے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والی کتاب قرآن کریم اللہ کی آخری کتاب ہے، اس کے بعد کوئی کتاب نازل نہیں ہوگی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت آخری اُمت ہے، جس کے بعد کوئی اُمت نہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد رہتی دُنیا تک دو ہی مینارۂ نور ہیں، جن کی روشنی میں ہدایت کا راستہ تلاش کیا جا سکتا ہے اور رضائے الٰہی کا طریقہ ڈھونڈا جا سکتا ہے اور اسی روشنی میں گمراہی سے بچ کر صراطِ مستقیم پر گامزن ہوا جا سکتا ہے۔ وہ دو مینارۂ نور ایک قرآن کریم اور دُوسرے سیرتِ مقدسہ ہیں، بالفاظ دیگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور آپ کے اقوال وافعال جنہیں احادیثِ مقدسہ کہا جاتا ہے۔

قرآن کریم نے بھی بہت وضاحت اور صفائی کے ساتھ بتایا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے آخری نبی ہیں اور احادیثِ مقدسہ نے بھی اس کی تصریح کی ہے، بلکہ قرآن واحادیث میں جس کثرت اور تواتر وقطعیت کے ساتھ عقیدۂ ختمِ نبوت کو بیان کیا گیا ہے، اس کی نظیر بہت کم ملے گی۔ قرآن واحادیث کے علاوہ اُمت کا روزِ اوّل سے اجماع چلا آرہا ہے بلکہ تمام کتبِ سماویہ اور تمام انبیاء علیہم السلام کا اس پر اتفاق واجماع ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے آخری نبی ہیں۔ محدث العصر حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”جس طرح توحیدِ الٰہی تمام اَدیان کا اجماعی عقیدہ ہے، اسی طرح ختمِ نبوت کا عقیدہ بھی تمام کتبِ الٰہیہ، تمام انبیائے کرام اور تمام اَدیانِ سماویہ کا متفق علیہ اور اجماعی عقیدہ ہے، آغازِ انسانیت سے لے کر آج تک اس پر ہمیشہ اتفاق رہا ہے کہ خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہوں گے اور سلسلۂ نبوت ورسالت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی پر ختم ہو جائے گا۔ اُصول واعتقادی مسائل میں انبیائے کرام علیہم السلام کے درمیان کبھی اختلاف نہیں ہوا، بلکہ وہ ہر دور میں متفق علیہ رہے ہیں، پس جو طرح دیگر عقائد دینیہ تمام نبوتوں میں مشترک ہیں، ٹھیک اسی طرح حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری نبی ہونا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی نبوت پر دُنیا کا خاتمہ ہونا، تمام انبیائے کرام علیہم السلام کی شریعتوں اور آسمانی کتابوں کے مسلّمات میں سے رہا ہے۔“

(مقدمہ رسالہ خاتم النبیین ص:۲۱)

عقیدۂ ختم نبوت کا تحفظ دین کی اساس اور بنیاد ہے، کیوں کہ عقیدۂ ختم نبوت ہے تو قرآن محفوظ ہے، عقیدۂ ختم نبوت ہے تو دین کی تعلیمات محفوظ ہیں، اگر یہ عقیدہ باقی نہیں رہتا تو پھر نہ دین باقی رہے گا، نہ اس کی تعلیمات اور نہ قرآن باقی رہے گا، کیونکہ بعد میں آنے والے ہر نبی کو دین میں تبدیلی اور تنسیخ کا حق ہوگا۔ اس لیے اس عقیدے پر پورے دین کی عمارت قائم ہے، اسی میں اُمت کی وحدت کا راز مضمر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب بھی کسی نے اس عقیدے میں نقب لگانے کی کوشش کی یا اس مسئلے سے اختلاف کرنے کی کوشش کی، اسے اُمتِ مسلمہ نے سرطان کی طرح اپنے

جسم سے علیحدہ کر دیا، اس لیے ختم نبوت کا تحفظ یا بالفاظ دیگر منکرین ختم نبوت کا استیصال دین کا ہی ایک حصہ ہے اور مسلمانوں نے ہمیشہ اسے اپنا مذہبی فریضہ سمجھا ہے۔ اور اُمت نے ہر دور میں اپنا یہ فریضہ احسن طریقے سے انجام دیا ہے، اور اس فریضے کی ادائگی میں کسی کوتاہی اور غفلت کی مرتکب نہیں ہوئی۔

خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آخری دور میں سب سے پہلے جھوٹے مدعیانِ نبوت کا خاتمہ کر کے اُمت کے سامنے اس کام کا عملی نمونہ پیش کیا، چنانچہ یمن میں عبہلہ نامی ایک شخص جس کو اسود عنسی کہا جاتا تھا، نے سب سے پہلے ختم نبوت سے بغاوت کر کے اپنی جھوٹی نبوت کا دعویٰ کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلِ یمن کو اس سے قتال و جہاد کا باقاعدہ تحریری حکم صادر فرمایا اور بالآخر حضرت فیروز دیلمی رضی اللہ عنہ کے خنجر نے اس جھوٹی نبوت کا آخری فیصلہ سنا دیا۔

ختم نبوت کا دوسرا غدار مسیلمہ کذاب کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس نے نبوتِ محمدی میں شرکت کا دعویٰ کیا تھا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اللہ کی تلوار حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں صحابہ کرام کی ایک جماعت کو اس کی سرزنش کے لیے بھیجا، بالآخر ایک معرکۃ الآراء جنگ ہوئی اور مسیلمہ کذاب کو اس کے بیس ہزار اُمتیوں کے ساتھ قلعہ "حدیقۃ الموت" کے راستے جہنم کی راہ دکھائی۔ ("حدیقۃ الموت" اس جگہ کا نام ہے جہاں مسیلمہ کذاب کی موت واقع ہوئی)۔ صرف اس ایک معرکے میں مسلمانوں نے تحفظِ ختم نبوت کے لیے بارہ سو صحابہ کرام و تابعین کی شہادت کا نذرانہ پیش کیا، جن میں ستر بدری صحابہ کرامؓ اور سات سو سے زیادہ وہ صحابہ کرامؓ تھے جو قرآن کریم کے ماہر تھے اور قراء کہلاتے تھے۔ اتنی بڑی قربانی تمام غزوات اور سرایا میں نہیں دی گئی، کیوں کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جتنی جنگیں لڑی گئیں، غزوات اور سرایا ملا کر ان میں شہید ہونے والے صحابہ کرامؓ کی کل تعداد ۲۵۹ ہے۔

غرض یہ کہ اُمت نے کبھی کسی جھوٹی نبوت کو برداشت نہیں کیا، جھوٹے نبیوں کے استیصال اور خاتمے کے لیے بڑی سے بڑی قربانی پیش کی، ہر طرح کا ظلم برداشت کیا، آگ میں کودنا قبول کیا، مگر جھوٹی نبوت کو پنپنے نہیں دیا۔ ابو مسلم خولانیؒ کو اسود عنسی نے اپنی نبوت کے نہ ماننے پر آگ میں ڈالا مگر اللہ تعالیٰ نے آگ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح گلزار بنا دیا۔

اُمتِ مسلمہ کے افراد نے اپنا ایک ایک عضو کٹوانا گوارا کیا مگر جھوٹی نبوت کا انکار کیا، مسیلمہ کذاب نے حضرت حبیب بن زیدؓ سے اپنی نبوت کا اقرار کرانا چاہا، مگر انہوں نے بار بار انکار کیا، وہ بدبخت ایک ایک عضو کاٹتا رہا، بالآخر انہیں شہید کر دیا گیا، مگر حضرت حبیب بن زید رضی اللہ عنہ سے اپنی نبوت کا اقرار نہ کرا سکا۔

پوری تاریخِ اسلام گواہ ہے کہ جس کسی نے بھی جب بھی یہ گستاخی کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت پر ڈاکا ڈالنے کی کوشش کی، اُمت نے نہ صرف یہ کہ اسے قبول نہیں کیا، بلکہ اس وقت تک سکون کا سانس نہیں لیا جب تک کہ اسے کاٹ کر جسدِ ملت سے علیحدہ نہیں کر دیا۔

حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ تو ختم نبوت کا کام کو اپنی مغفرت کا سبب بتایا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ: "اگر ہم ختم نبوت کا کام نہ کریں تو گلی کا کتا ہم سے بہتر ہے۔"

حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ:

"نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، تبلیغ اور جہاد جیسے فرائض کا تعلق حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال سے ہے اور ختم نبوت کا تعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک سے ہے، ختم نبوت کی پاسبانی براہ راست ذاتِ اقدس...... صلی اللہ علیہ وسلم ...... کی خدمت کے مترادف ہے۔"

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ:

"ختم نبوت کا کام کرنے والوں کی حیثیت ذاتی باڈی گارڈ کی ہے، ممکن ہے دُوسرے کام کرنے والے حضرات کا درجہ و مقام بلند ہو، لیکن بادشاہ کے سب سے زیادہ قریب اس کے ذاتی محافظ ہوتے ہیں اور بادشاہ کو سب سے زیادہ اعتماد بھی انہی ذاتی محافظوں پر ہوتا ہے، اس لیے جو لوگ ختم نبوت کا کام کرتے ہیں، وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے زیادہ قریب ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ ان پر اعتماد ہے۔"

حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ گویا کہ اس فتنے کے خاتمے کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور تھے، اس فتنے کے لیے وہ ہمیشہ بے چین و بے قرار رہتے، ایک اضطراب اور دل میں درد تھا جو انہیں چین نہ لینے دیتا، فرمایا کرتے تھے:

"جب یہ فتنہ کھڑا ہوا تو چھ ماہ تک مجھے نیند نہیں آئی، اور یہ خطرہ لاحق ہو گیا کہ کہیں یہ فتنہ دینِ محمدی کے زوال کا باعث نہ بن جائے، مگر چھ ماہ کے بعد دل مطمئن ہو گیا کہ دینِ محمدی باقی رہے گا اور یہ فتنہ خود ختم ہو جائے گا۔"

حضرت امام العصرؒ نے خود بھی اس موضوع پر گراں قدر کتابیں تصنیف کیں اور اپنے شاگردوں کو بھی اس کام میں لگایا، جن میں مولانا بدر عالم میرٹھیؒ،

مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوریؒ، مفتیٔ اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ، مولانا مناظر احسن گیلانیؒ، مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، مولانا محمد علی جالندھریؒ، مولانا محمد یوسف بنوریؒ، مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ، مولانا محمد منظور نعمانیؒ وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔

جدید طبقے تک اپنی آواز پہنچانے کے لیے مولانا ظفر علی خان اور علامہ اقبال کو تیار و آمادہ کیا۔

امام العصر حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ اپنے شاگردوں سے عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ اور ردِّ قادیانیت کے لیے کام کرنے کا عہد لیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ:

"جو شخص قیامت کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دامنِ شفاعت سے وابستہ ہونا چاہتا ہے وہ قادیانی درندوں سے ناموسِ رسالت کو بچائے!"

حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کام کو باقاعدہ منظم کرنے کے لیے خطیب الامت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو امیر شریعت مقرر کیا، اور انجمن خدام الدین کے ایک عظیم الشان جلسے میں آپؒ کے ہاتھ پر پانچ سو جید علمائے کرام اور مشائخ عظام کے ساتھ بیعت کی۔

علماء امت انفرادی طور پر اپنے اپنے رنگ میں اس قادیانی فتنہ کا مقابلہ کر رہے ہیں مگر قادیانی فتنہ ایک جماعت کی شکل اختیار ہوتا جا رہا تھا اس لیے اس کے مقابلے میں بھی جماعت تیار کرنے کی ضرورت تھی۔ حضرت شاہ صاحب نے مجلس احرار کو اس طرف متوجہ کیا اور تحفظ ختم نبوت اور رد قادیانیت کا محاذ اس کے سپرد کیا۔ چنانچہ مجلس احرار نے باقاعدہ اس کے لیے مستقل شعبہ تبلیغ قائم کیا اور اس کے تحت فتنہ قادیانیت کے مقابلے کے لیے اپنی تمام تر کوششیں اور صلاحیتیں صرف کردیں۔ مجلس احرار نے ۲۰، ۲۱، ۲۲ راکتوبر ۱۹۳۴ء کو قادیان میں تبلیغ کانفرنس کا اعلان کردیا جس سے قادیان میں صف ماتم بچھ گئی۔ بہرحال احرار کے سرفروشوں نے قادیانیت کا خوب پوسٹ مارٹم کیا اور پورے ملک میں اپنے جوش خطابت سے مرزائیت کے لیے نفرت پیدا کردی اور ان سرفروشوں نے اپنے شعلۂ خطابت سے قادیانی نبوت کے خرمن کو پھونک ڈالا۔

قادیانی فتنہ ہندوستان کے قصبہ قادیان میں پیدا ہوا، وہاں اس نے پر پرزے نکالے اور انگریز کے سائے میں یہ فتنہ پروان چڑھتا رہا۔ پاکستان کے وجود میں آنے کے بعد مرزا غلام احمد کا بیٹا مرزا محمود قادیان سے فرار ہوا اور پاکستان آکر دجل و تلبیس کا نیا دار الکفر قائم کیا۔ پنجاب کے پہلے انگریز گورنر موڈی کے حکم پر چنیوٹ کے قریب قادیانیوں کو لبِ دریا ایک ہزار چونتیس ایکڑ زمین عطیہ کے طور الاٹ کی گئی فی مرلہ ایک آنہ کے حساب سے، صرف رجسٹری کے کل اخراجات =/10034 روپے وصول کیے گئے۔ اور وہاں ربوہ کے نام سے اپنا اڈہ قائم کرکے ایک نئے قادیان کی بنیاد رکھی، سوءِ اتفاق کہ پاکستان کا پہلا وزیر خارجہ ظفر اللہ خان قادیانی تھا، اس لیے پاکستان کی اس وقت کی حکومت میں ان کا گہرا اثر و رسوخ تھا۔ ملک کے کلیدی عہدوں پر ان کا قبضہ تھا، فوج میں بھی ان کا اثر و رسوخ تھا، اس لیے قادیانیوں کو دھوکہ تھا کہ پاکستان میں اپنی جھوٹی نبوت کا جعلی سکہ خوب آسانی سے چلا سکیں گے۔

ادھر احرار اسلام کا قافلہ تقسیم ملک کی وجہ سے لٹ چکا تھا، تنظیم اور تنظیمی وسائل کا فقدان تھا، سب سے بڑھ کر یہ کہ احرار اسلام کے زعما حکومت وقت کے دربار میں معتوب تھے، اس لیے قادیانی اس ملک میں دندناتے پھرتے تھے۔ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ، قادیانیوں کے عزائم سے باخبر تھے، اس لیے ۱۹۴۹ء میں ملتان کی مسجد سراجاں میں اپنے رفقاء کے ساتھ ایک مشاورت کی اور ایک غیر سیاسی تبلیغی تنظیم "مجلس تحفظ ختم نبوت" کی بنیاد رکھی۔ اسی مجلس تحفظ ختم نبوت نے تمام مکتبہ ہائے فکر کے رہنماؤں کو وقت کی نزاکت کا احساس دلایا اور قادیانی فتنہ کے خلاف ایک ایک کے دروازے پر دستک دی اور یوں تمام فرقے تحفظ ختم نبوت کے اسٹیج پر جمع ہوگئے اور مجلس عمل تحفظ ختم نبوت وجود میں آئی، 1953ء میں تحریک ختم نبوت چلی۔ اس تحریک کو بڑی شدت کے ساتھ کچل دیا گیا مگر اس تحریک نے قادیانیوں کے بارے میں عوام کا شعور بیدار کردیا اور قادیانیوں کے خلاف فضا پیدا کردی۔

حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کو مجلس تحفظ ختم نبوت کا پہلا امیر منتخب کیا گیا، ۲۱؍اگست ۱۹۶۱ء کو حضرت امیر شریعت کا وصال ہوا، آپ کے وصال کے بعد حضرت قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ امیر دوم، مولانا محمد علی جالندھریؒ امیر سوم، مولانا لال حسین اخترؒ امیر چہارم منتخب ہوئے، مولانا لال حسین اخترؒ کی وفات کے بعد محدث العصر حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کو مجلس تحفظ ختم نبوت کی مسند امارت پر بٹھایا گیا، آپ کے دور امارت میں ۱۹۷۴ء کی عظیم الشان تحریک ختم نبوت چلی جس کے نتیجہ میں قومی اسمبلی نے متفقہ طور پر آئین میں ترمیم کر کے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا۔ اکتوبر ۱۹۷۷ء کو حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ کا وصال ہوا اور قطب الاقطاب شیخ المشائخ خواجۂ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ نے جماعت کی قیادت سنبھالی۔ آپ کے دور میں مجلس تحفظ ختم نبوت نے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی حیثیت حاصل کرلی اور پورے عالم میں مجلس تحفظ ختم نبوت نے عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے کام کیا۔

۱۹۸۴ء میں آپ نے ایک بار پھر تحریک کو منظم

کیا جس کے نتیجہ میں امتناع قادیانیت آرڈیننس منظور ہوا، جس کی رو سے قادیانیوں کے لیے اپنے آپ کو مسلمان کہنا یا کہلوانا، اذان دینا، اپنی عبادت گاہ کو مسجد قرار دینا، کلمہ طیبہ کو بیج لگانا، مرزا غلام احمد کو نبی کہنا، اس کے ساتھیوں کو صحابی اور اس کی بیویوں کے لیے امہات المؤمنین وغیرہ کے الفاظ استعمال کرنا قابل تعزیر جرم قرار دیا گیا۔ اس دوران حضرت مولانا مفتی احمد الرحمن، حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی، حضرت سید نفیس شاہ الحسینی صاحب رحمہم اللہ نے نائب امیر کی حیثیت سے شیخ المشائخ کی معاونت کی۔

حضرت شیخ المشائخ کے بعد حکیم العصر حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی مدظلہ العالی کی امارت اور حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر مدظلہ اور حضرت مولانا صاحبزادہ خواجہ عزیز احمد مدظلہ کی نائب امارت میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اپنا سفر جاری رکھے ہوئے ہے اور رات دن عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ اور تردید قادیانیت میں مصروف عمل ہے۔

برطانیہ کے شہر برمنگھم کی یہ سالانہ کانفرنس بھی مجلس تحفظ ختم نبوت کی کوششوں کے تسلسل کی ایک کڑی ہے۔ یہ کانفرنس حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر نائب امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان و رئیس جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کی زیر صدارت منعقد ہو رہی ہے۔ اس کانفرنس کے مہمان خصوصی شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے حضرت مولانا محمد طلحہ کاندھلوی اور خانقاہ سراجیہ کے گدی نشین حضرت مولانا خواجہ خلیل احمد صاحب ہوں گے۔ کانفرنس سے ختم نبوت کے مرکزی مبلغ و راہنما حضرت مولانا اللہ وسایا، امیر مجلس تحفظ ختم نبوت یورپ مولانا حافظ محمد تکین، جامعہ اشرفیہ لاہور کے نائب مہتمم مولانا حافظ فضل الرحیم، اقرأ روضۃ الاطفال کے نائب مدیر مفتی خالد محمود، مدرسہ امام محمد کے مہتمم قاری فیض اللہ چترالی، وکیل ختم نبوت منظور احمد ایڈووکیٹ، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے راہنما مولانا محمد یحییٰ لدھیانوی اور مقامی علماء کرام کے علاوہ ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش اور یورپ سے آئے ہوئے علماء کرام خطاب فرمائیں گے۔ جمعیت علماء برطانیہ کے کارکنان، مسجد حمزہ کا حفاظ گروپ اور برمنگھم کے غیور مسلمان میزبانی کا فریضہ انجام دیں گے۔ کانفرنس کے دو سیشن ہوں گے: صبح 9 بجے تا نماز ظہر، دوسرا سیشن نماز ظہر کے بعد 7 بجے تک ہوگا، کانفرنس میں پورے یو کے سے عاشقان رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھرپور شرکت کریں گے۔ ☆☆☆

جنت میں گھر بنانے کا سنہری موقع

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے مسجد کی تعمیر میں حصہ لیا، اگرچہ (وہ حصہ) چھوٹے پرندے کے گھونسلے کے برابر ہی ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے اس کے بدلے جنت میں گھر بنائیں گے۔'' (الحدیث)

جامع مسجد ختم نبوت ہرنولی ضلع میانوالی

ہرنولی مین روڈ پر نئی آبادی میں جامع مسجد ختم نبوت کے لئے دو کنال رقبہ سات لاکھ پچاس ہزار روپے میں خرید کیا، یہ رقم ابھی واجب الادا ہے، لہٰذا اہل اسلام سے اپیل ہے اس سنہری موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس کار خیر میں خود بھی حصہ ڈالیں اور دوسرے احباب کو بھی متوجہ کریں

اکاؤنٹ نمبر HBL 02667100143103

برائے رابطہ: قاری سیف اللہ خالد بن مولانا محمد یعقوب رحمۃ اللہ علیہ

نائب امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ضلع میانوالی و مہتمم جامعہ حنفیہ اشرف العلوم رجسٹرڈ عیدگاہ ہرنولی، ضلع میانوالی

0300-6084340, 0336-6084440

اسلام ہی قافلۂ انسانیت کی فلاح کا ضامن

شمس الحق ندوی

اسلامی تعلیمات میں زندگی کے مسائل و ضروریات انسانی کو پورا کرنے والے اصول بدرجہ اتم موجود ہیں، لیکن ان اصولوں کا سنجیدگی اور استفادہ کی نیت سے مطالعہ کرنے کی لوگوں کو فرصت نہیں۔ بعض لوگ ان اصولوں کو ایک مذہبی بندش کہہ کر ان کو ترقی کی راہ میں رکاوٹ قرار دینے لگے ہیں اور انہیں قابل مطالعہ نہیں سمجھتے۔ حالانکہ اسلام کے ان اصولوں کا گہرائی اور سنجیدگی سے مطالعہ کیا جائے جو اقتصادیات و معاشیات اور نظم و ضبط نیز نظام سیاست سے متعلق ہیں، تو یہ واضح ہوگا کہ اسلام وسائل زندگی کو ترقی دینے اور بڑھانے کی راہ میں رکاوٹ نہیں بنتا، بلکہ اس کی ہمت افزائی کرتا ہے، مثال کے طور پر یہاں ہم صرف ایک حدیث کے ذکر پر اکتفا کریں گے جو وسائل اختیار کرنے کے متعلق آخری مثال ہے۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ اگر تم پودا لگا رہے ہو اور آثار قیامت شروع ہوجائیں تو بھی پودا لگا دو، ہاتھ روکو نہیں۔ حدیث سے اس بات کا اور اس اسلامی روح کا اندازہ ہوتا ہے کہ انسانوں کے لئے مفید جو کام بھی کر رہے ہو، تا حد امکان اس کو پورا کرکے رہو، خواہ خود تم اس سے کوئی فائدہ نہ اٹھا سکو، اگر اسلامی اصولوں کا مطالعہ دوسرے افکار و نظریات سے الگ ہوکر غیر جانبدارانہ طور پر کیا جائے تو ترقی و کامیابی کی ایسی راہیں سامنے آئیں گی جو راحت و اطمینان کا سبب بھی بنیں گی اور عمومی سکون و چین کا بھی سامان بہم پہنچائیں گی۔ اسلام وسائل ترقی کو اپنانے سے نہیں روکتا، بلکہ جگہ جگہ قرآن و حدیث میں اس کا حکم دیا گیا ہے، فرق صرف طریق کار اور ان وسائل کے استعمال کے حدود و دائرہ کے متعین کرنے کا ہے۔

چونکہ اسلام اس خدا کا بھیجا ہوا نظام ہے جو انسانوں کا خالق ہے، ان کی ضروریات، طبیعت و مزاج کو جانتا ہے، اس لئے اسی کی رعایت سے ان کے لئے اصول و ضابطے بھی بنائے ہیں اور نظام کائنات کے سارے اجزا انہیں اصولوں کے تحت مرتب و منظم ہوئے ہیں، یہ وہی اصول ہیں جن کو رب کائنات نے کہیں حدود اللہ کے لفظ سے ادا کیا ہے اور کہیں سنت اللہ کے لفظ سے اور کہیں ان کا نام فطرت اللہ رکھا ہے اور انہی کو کہیں صراط مستقیم اور دین قیم سے تعبیر کیا گیا ہے، پھر یہ کتنی عجیب بات ہے کہ مسلمان اس ربانی نظام پر بھی ایمان رکھتا ہو اور اپنے تمام کاموں کے لئے اسلام کو اور اس کے خدا کو چھوڑ کر ان انسانی خیالات کے اصنام و طواغیت کو اپنا حاکم و کارساز بنانے لگے۔

بلکہ اب تو بات اس حد کو پہنچ گئی ہے کہ بالفاظ مولانا ابوالکلام آزادؒ: ''بہتوں کو یہ کہنے سے نفرت و غصہ کا بخار چڑھ آتا ہے کہ مسلمانوں کے لئے جو کچھ ہے، قرآن ہی میں سے ہے اور قرآن ہی سے ہے، ایسے لوگوں کی تعداد بھی کچھ کم نہیں جو مولانا آزادؒ ہی کے الفاظ میں فرعون کے جادوگروں کی طرح خوفزدہ ہو رہے ہیں کہ کہیں مذہب کا عصائے موسوی ثعبان مبین بن کر ان کو نگل نہ جائے۔ ایسے لوگوں کا حال قسمت کے مارے اس شخص کی طرح ہے جو اپنے رفقاء کے ساتھ جا رہا تھا اور راستہ میں جنوں اور شیطانوں نے اس کو بہکا لیا اور وہ خبط الحواس ہوکر انہیں کے ساتھ چل پڑا، ساتھی بلاتے ہیں، وہ سنتا ہے، نہ سمجھتا ہے، قرآن کریم نے اس کی کیسی سچی تصویر کھینچی ہے۔''

قرآن کہتا ہے:

''جیسے کوئی شخص ہو کہ اسے شیطانوں نے (کہیں) زمین پر بے راہ کر دیا ہو (اور وہ) بھٹکتا پھرتا ہو، اس کے ساتھی ہوں کہ وہ اس کو ہدایت کی جانب بلا رہے ہوں کہ ہمارے پاس آ، (اے رسول!) آپ کہہ دیجئے کہ راہ تو بس اللہ کی (بتائی ہوئی) راہ ہے۔''

اسلام تو تمام انسانوں کا دین فطرت ہے، مومن یا مسلم کہتے ہی اس صحیح الفطرت انسان کو ہیں جس کی فطرت اصلی کا ذوق گمراہی کے خارجی اثرات سے بگڑ نہ گیا ہو، کیونکہ انسان کی فطرت انسانی کا اگر کوئی مذہب ہے تو وہ اسلام ہی ہے، انسان کے جو اعمال بھی اس کے خلاف ہیں وہ خارجی اثرات کی پیدا کی ہوئی گمراہی کے سبب ہیں، اسی لئے ہر ایسی ضلالت کو جو سرشت اور فطرت انسانی کے خلاف ہو قرآن کریم نے ''عمل الشیطان'' سے تعبیر کیا ہے۔

دین فطرت کی نمائندگی و رہنمائی کے لئے ایک مکمل ضابطۂ حیات کے طور پر قرآن کریم موجود ہے، قرآن مجید صرف نماز اور وضو کے فرائض بتانے

ہی کے لئے نہیں نازل ہوا، بلکہ وہ انسانوں کے لئے ایک کامل واکمل قانون فلاح ونجات ہے، جس کے دائرہ سے انسانی زندگی کی کوئی شئے باہر نہیں۔ جب حقیقت یہ ہے تو مسلمان کسی بھی ایسی پالیسی اور دستور کو اپنا کر کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے جو قرآنی تعلیم کے خلاف ہو۔ مسلمانوں کے تمام مصائب کا اصل سبب جس نے مختلف بیماریوں کی شکل اختیار کر لی ہے، اس کے سوا کچھ نہیں کہ انہوں نے تعلیم خداوندی کی مضبوط و مستحکم کڑی کو چھوڑ دیا ہے اور اپنی زبوں حالی سے پریشان ہو کر اصلاح وترقی کا جو قدم بھی اٹھاتے ہیں، وہ مذہب سے الگ رہ کر اٹھاتے ہیں، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ مزید مشکلات و پریشانیوں کے جال میں پھنستے جاتے ہیں۔

قرآن کریم ایسے ہی فریب خوروں کے بارے میں کہتا ہے:

”أَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ وَلَهٗ أَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ طَوْعًا وَكَرْهًا وَإِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ۔“ (آل عمران:۸۳)

ترجمہ: ”کیا یہ (کافر) خدا کے دین کے سوا کسی اور دین کے طالب ہیں؟ حالانکہ سب اہل آسمان وزمین خوشی یا زبردستی سے خدا کے فرمانبردار ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔“

ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا کی کوئی حکومت کسی بھی باغی اور ملک دشمن شخص کو پناہ نہیں دیتی تو پھر مالک کائنات اور مالک زمین وآسمان کی قانون شکنی کر کے کوئی کوشش وکاوش کیسے کامیاب ہو سکتی ہے؟

یہ کہا جاتا ہے اور بڑی قوت وزور کے ساتھ کہا جاتا ہے کہ مذہب ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہے۔ انسانی زندگی کے کچھ فطری تقاضے اور ضروریات ہیں جن کو مذہب نہیں پوری کرتا۔ اسلام تو وہ مذہب ہے جس نے انسان کے پیدا ہونے سے لے کر مرنے تک اور سماجی اور معاشرتی طور پر فرد سے لے کر جماعت تک ایک گھر سے لے کر خاندان، قوم، قبیلہ، پھر ملک اور نظام ملک تک کے سلسلہ میں پوری رہنمائی کرتا ہے۔ اگر موجودہ فکر وذہن کے مزعومات کی رو سے اسلام کہیں ترقی میں حارج نظر آتا ہے اور اس میں کچھ ضرور نقصان کے پہلو نظر آتے ہیں تو ایک مسلمان کو پورے یقین واعتماد کے ساتھ سر اٹھا کر فخر و مباہات (فخر ومباہات تکبر کا نہیں، بلکہ شکر وامتنان کا) کے انداز میں یہ کہنا چاہئے کہ ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ ہر وہ انسانی عمل جو تعلیم الٰہی کی ہدایت بخشی سے خالی ہو، کبھی فوز وفلاح نہیں پا سکتا۔ اگر ہم اسلامی اصول و ضوابط کی خوبیوں کو جدید ذہنوں یا مادہ پرست قوموں کے ذہنوں میں نہ اتار سکیں تو کوئی حرج نہیں، کیونکہ اس کے لئے یہی ایک خوبی کافی ہے کہ اوروں کے اصول ونظریات انسانوں کی طرف سے ہیں اور اسلام کی پکار تعلیم الٰہی کی طرف سے۔

”فَأَيْنَ تَذْهَبُوْنَ۔“ (سورۂ تکویر:۲۶)

ترجمہ: ”تم کہاں جارہے ہو؟“

انسانی اعمال واقوال دوسروں کے لئے محتاج تصدیق ہیں، مگر خدا کی آواز جب انسانوں کو مخاطب کرتی ہے تو وہ خود حق وصداقت ہے اور اپنی صداقت کو ثابت کرنے کے لئے کسی دلیل کی محتاج نہیں بالکل اسی طرح کہ سورج اگر کہے کہ میں روشن ہوں تو اس کے جواب میں کیا کہا جائے گا؟

نئے افکار ونظریات کس شور وہنگامہ کے ساتھ، کیسے کیسے دعوؤں اور حسین خوابوں کے ساتھ وجود میں آتے ہیں کہ لوگ ان کی طرف کھنچنے لگتے ہیں اور مسلمان بھی اس کے دھارے میں بہنے لگتے ہیں، کچھ ہی عرصہ گزرتا ہے کہ حسین خوابوں کی یہ عمارت زمین بوس ہو کر رہ جاتی ہے اور اسلامی نظریات جیسے اول روز تھے، اپنی اسی تاثیر وطاقت کے ساتھ آج بھی باقی ہیں، قرآن کریم نے حق وباطل کی کتنی سچی اور صحیح تصویر کشی کی ہے:

”فَأَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَاءً وَأَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ۔“ (الرعد:۱۷)

ترجمہ: ”سو جھاگ تو سوکھ کر زائل ہو جاتا ہے اور پانی جو لوگوں کو فائدہ پہنچاتا ہے، وہ زمین میں ٹھہرا رہتا ہے۔“

قرآنی صداقت جیسے چودہ سو سال پہلے تھی ویسی ہی آج بھی ہے۔ تحریکیں اور جدید نظریات سیلاب کے جھاگ کی طرح اٹھتے اور سوکھ کر ختم ہو جاتے ہیں، لیکن اسلام جو قافلہ انسانیت کی فلاح و کامیابی کا ضامن ہے، وہ اپنی پہلی ہی آب وتاب کے ساتھ باقی رہتا ہے۔ زیادہ نہیں ادھر اخیر میں صرف انیسویں صدی ہی کی تحریکات کا جائزہ لیا جائے اور ان کے انجام بد کا حشر دیکھ لیا جائے۔

آج پوری دنیا جس خطرناک حالات سے گزر رہی ہے، خون خرابہ کا جو بازار گرم ہے، خود غرضی، چور بازاری، ظلم وستم کی ہولناک خبریں ہم پڑھتے رہتے ہیں، یہ رکنے کا نام کیوں نہیں لیتیں، اس لئے کہ انسانوں کے بنائے ہوئے نظام کی حیثیت مکڑی کے جالے سے زیادہ نہیں، جس کو قرآن کریم نے ”إِنَّ أَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ“ کہا ہے، اس خدائی نظام سے روگردانی کی وجہ سے دنیا اپنی سزا بھگت رہی ہے:

”فَذَاقَتْ وَبَالَ أَمْرِهَا وَكَانَ عَاقِبَةُ أَمْرِهَا خُسْرًا۔“

ترجمہ: ”بالآخر ان کے اعمال کا وبال ان کے آگے آیا۔“

☆☆..........☆☆

موجودہ معاشرہ ایک نظر میں!

مولانا محمد عاشق الٰہی بلند شہریؒ

غیروں کی مشابہت

حضرت ابی ابن ابی ملیکہ تابعیؒ کا بیان ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے بیان کیا کہ ایک عورت (مردانہ) جوتا پہنتی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت پر لعنت کی ہے جو مردوں کے طور طریقے اختیار کرے۔ (رواہ ابوداؤد)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے مرد پر لعنت کی جو عورت کا لباس پہنے اور ایسی عورت پر لعنت کی جو مرد کا لباس پہنے۔ (رواہ ابوداؤد)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی ان مردوں پر جو عورتوں کی طرح شکل وصورت بنائیں اور لعنت کی ان عورتوں پر جو شکل وصورت میں مردانہ پن اختیار کریں اور ارشاد فرمایا کہ ان کو اپنے گھروں سے نکال دو۔ (رواہ البخاری)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ ہمارے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات سے بہت زیادہ نفرت تھی کہ مرد زنانہ لباس پہنیں یا کسی طرح بھی زنانہ پن اختیار کریں اور اس بات سے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت نفرت تھی کہ عورتیں مردانہ لباس پہنیں یا مردانہ چال ڈھال اختیار کریں اور اسی نفرت کے باعث اس طرح کے مردوں اور عورتوں پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی۔

درحقیقت عقل کا تقاضا بھی یہی ہے کہ مرد مرد بن کر رہیں اور عورتیں عورتیں بنی رہیں۔ آج کل کے لوگ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کو نہیں دیکھتے، بلکہ یورپ وامریکا کے کافروں اور سینما میں کام کرنے والے مردوں اور عورتوں کو وضع قطع اور دھج میں امام بناتے ہیں، ادھر سے جو لباس اور طور طریق ملتا ہے اس کو اختیار کرنا ذریعہ عزت سمجھتے ہیں، اگرچہ وہ لباس اور طرز اور طور طریق اللہ کے نزدیک لعنت ہی کا سبب ہو۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو سمجھ دے اور اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت پر چلنے کی توفیق دے۔

حدیث میں فرمایا ہے کہ: عورت بننے والے مردوں اور مرد بننے والی عورتوں کو اپنے گھر سے نکال دو۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہیجڑے بنے ہوئے لوگوں کو گھروں میں آنے کی اجازت دینا حرام ہے۔

ایک جگہ کا واقعہ ہے، کسی جگہ دعوت تھی، مرد وعورت ایک ہی جگہ موجود تھے، ایک نوعمر کو دیکھا گیا کہ رواج کے مطابق میز پر کھانا لگا رہا ہے، کسی کی زبان سے نکل گیا کہ یہ لڑکا بڑا ہونہار ہے، سلیقہ مندی سے کام کر رہا ہے، اس پر پیچھے سے آواز آئی: میاں! کیا فرما رہے ہیں؟ یہ لڑکا نہیں میری لڑکی ہے۔ ان صاحب نے پیچھے مڑ کر دیکھا اور نظر ڈال کر کہا کہ معاف کیجئے! مجھے معلوم نہ تھا کہ آپ اس کی والدہ ہیں، فوراً جواب دیا کہ: میاں! آپ صحیح دیکھا کیجئے، میں والدہ نہیں ہوں اس کا والد ہوں۔

خلاصہ یہ ہے کہ لڑکی کو لڑکے کے لباس اور وضع قطع میں رواج کے مطابق فیشن سے آراستہ کر رکھا تھا اور جناب والد صاحب خود عورتوں کے لباس اور زنانہ شکل وصورت میں بیٹھے ہوئے تھے۔

مردوں میں زنانہ پن اور عورتوں میں مردانہ پن کس کس طرح سے جگہ پکڑ رہا ہے؟ اس کی تفصیلات وہی لوگ خوب جانتے ہیں جو اس فیشن کی لعنت میں مبتلا ہیں، پہلے صرف یہی رونا تھا کہ مرد داڑھی منڈا کر زنانہ پن اختیار کرتے ہیں، لیکن اب تو اس سے آگے بڑھ کر مردوں نے اور خاص کر نوعمر لڑکوں نے سرخی پاؤڈر اور جمپر فراک وغیرہ سب کچھ اختیار کر رکھا ہے، بہت سے مرد بالکل زنانہ رنگ کی شلوار قمیص پہن کر نکلتے ہیں، اگر کوئی شخص غور سے نہ دیکھے تو یہ فیشن کے متوالے عورت ہی معلوم ہوتے ہیں، اور یہ بات تو اب خاصی پرانی ہوگئی کہ لڑکیاں شرط لگاتی ہیں کہ داڑھی منڈے سے شادی کروں گی، داڑھی والا پسند نہیں، گویا ان کو ایسا شخص چاہئے جو دیکھنے میں عورتوں کی فہرست میں آتا ہو۔

عورتیں پتلون وغیرہ اختیار کر رہی ہیں، اگر مشرقی لباس پہنتی ہیں تو وہ بھی مردانہ طرز کا، لڑکوں کو زنانہ اور لڑکیوں کو مردانہ ڈریس میں سجایا جاتا ہے اور اس خیال خام میں مبتلا ہیں کہ ترقی کے زینہ پر پہنچ گئے ہیں۔ بھلا جو چیز اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک سبب لعنت ہو وہ ترقی کی چیز کیسے ہوگی؟ اس میں ترقی ایمانی اور انسانی تو نہیں ہوسکتی، ہاں!

حیوانی اور شہوانی اور طغیانی وعصیانی (یعنی گناہ گاری) کی ترقی ہے، جو ملعون ہے۔

مومن اور کافر کے طرز زندگی میں فرق ہے

مسلمان معاشرہ، اس کی ترقی، اس کا طرز زندگی الگ ہے۔ کافر الگ ہے، کافر تو مسلمانوں کی وضع اور شکل وصورت اختیار نہیں کرتے، لیکن جو لوگ ایمانی غیرت سے خالی ہیں وہ کافروں کی طرف بڑھتے ہیں، ان کی تقلید کرتے ہیں، ان کے اعمال کو اپناتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ اگر ہم نے اغیار کی تقلید نہیں کی تو وہ لوگ ہمیں عار دلائیں گے کہ دیکھو یہ دقیانوسی ہے ان کی بیوی نے پردہ کر رکھا ہے، انہوں نے شرم کے کپڑے پہن رکھے ہیں، انہوں نے چست چلون نہیں پہنی، یہ شرمیلے ہیں، حیاء دار ہیں۔ بھلا کافروں کے عار دلانے سے ہم ایمانی تقاضوں کو اور حیاء وشرم کو کیوں چھوڑ دیں؟ وہ تو ہمارے مسلمان ہونے سے ہی راضی نہیں ہیں، ان کو کہاں تک راضی رکھا جاسکتا ہے؟ دشمن کچھ کہے، ہمیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو راضی رکھنا ہے۔

قرآن شریف میں فرمایا ہے:

”اَیَبْتَغُوْنَ عِنْدَھُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰہِ جَمِیْعًا“

ترجمہ: ”کیا ان کے پاس عزت تلاش کرتے ہیں؟ پس تحقیق ساری عزت اللہ ہی کے لئے ہے۔“

نیز فرمایا:

”وَلِلّٰہِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِہٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَلٰکِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ۔“

ترجمہ: ”اور اللہ ہی کے لئے عزت ہے اور اس کے رسول کے لئے اور ایمان والوں کے لئے اور لیکن منافقین نہیں جانتے۔“

مسلمان کافر کا ساتھ نہیں دے سکتا۔ کافروں کی بے حیائی کا تو یہ عالم ہے کہ سڑکوں پر معاشقہ کرتے ہیں، زنا ان کا جزو بن گیا ہے، شرم وحیاء کو انہوں نے بالائے طاق رکھ دیا ہے، ایسے قانون پاس کر لئے ہیں کہ مرد مرد سے اور عورت عورت سے لذت حاصل کر سکتی ہے۔ ان کی لڑکیاں فرینڈ (دوست) ڈھونڈتی پھرتی ہیں، بلکہ کوئی لڑکی اگر دوست تلاش نہ کرے تو اس کے گھر کے لوگ ڈاکٹر کے پاس لے جاتے ہیں کہ دیکھو اس میں کیا کمی ہے کہ دوست کی تلاش نہیں کرتی۔

اسلام میں جو ایک سے زیادہ شادی کرنے کی اجازت ہے، اس پر ان کو اعتراض اور نکاح کرنا ان کے نزدیک عیب ہے۔ دوست اور دوستانیاں جتنی بھی ہوں، اس پر انہیں کوئی اعتراض نہیں۔ ان میں زنا کی کثرت اتنی زیادہ ہے کہ ان کے یہاں صحیح النسب اولاد کا ملنا دشوار ہے، اولاد کے حلالی ہونے کا یقین نہ ہونے کی وجہ سے سرکاری کاغذات میں ماؤں کے ناموں سے انتساب ہوتا ہے اور عجیب بات یہ ہے کہ ان کے نزدیک غیر ثابت النسب ہونا کوئی عیب کی بات ہی نہیں رہی۔ آخر یہ کیا ترقی ہے جس میں زنا اور بدکاری ہنر بن کر رہ گئی ہے اور باپ کا ذکر ہی ختم ہوا۔ جو کچھ رشتہ ہے صرف ماں ہی سے رہ گیا ہے۔ شرم وحیاء اور عفت وعصمت ان کے نزدیک عیب ہے۔ جس معاشرہ میں انسانیت کا خون ہو چکا ہے اس کو ترقی کا نام دیا جا رہا ہے۔ ان لوگوں میں چونکہ نفس ونظر کا مزہ ہی سب سے بڑی مطلوب ومرغوب چیز ہے، اس لئے عریانی کو بھی پسند کرتے ہیں، ننگوں کے مستقل کلب ہیں، عریاں لباس کو ترقی سمجھتے ہیں، عورتیں ذرا سی لنگوٹی یا چڈی پہن کر اوپر سے چھوٹا سا فراک پہن لیتی ہیں۔ بازو سینہ اور کمر، رانیں پنڈلیاں کھولے ہوئے بازاروں اور پارکوں میں دوستوں کے ساتھ گھومتی ہیں۔ ان لوگوں کے نزدیک یہ بہت بڑی ترقی ہے۔

جن لوگوں میں حرام اور حلال کی تمیز نہ ہو، حیاء وشرم بالائے طاق رکھ دی گئی ہو، فکر آخرت سے خالی ہوں، ان کے بارے میں قرآن مجید میں ارشاد ہے:

”وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا یَتَمَتَّعُوْنَ وَیَاْکُلُوْنَ کَمَا تَاْکُلُ الْاَنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوًی لَّھُمْ۔“ (محمد:۱۲)

ترجمہ: ”اور جن لوگوں نے کفر اختیار کیا وہ (دنیا کی چیزوں سے) متمتع ہوتے ہیں اور کھاتے ہیں جیسے چوپائے کھاتے ہیں اور دوزخ ان کا ٹھکانا ہے۔“

کافروں کی طرف مائل ہونا مومن کی شان نہیں

مسلمان نام کے لوگ دشمنوں کی ہر چیز اپنانے کو تیار ہیں، ان کو اسلام کے قوانین سے بیر ہے، چوریاں خوب ہوں، روزانہ ڈاکے پڑیں، زنا کی کثرت ہو، یہ منظور ہے، لیکن اسلامی قوانین نافذ کرنا منظور نہیں۔ یہ ایمان کے دعویدار اسلام کے قوانین کو ظالمانہ قوانین کہتے ہیں اور اس طرح سے اللہ تعالیٰ کو ظالم بنا دیتے ہیں، جس سے اپنے اوپر کفر عائد کر لیتے ہیں۔ دشمنان اسلام جو سمجھائیں وہی سوچتے ہیں اور جو وہ کہلوائیں وہی کہتے ہیں۔ جس کسی ملک میں مسلمانوں کو اقتدار ملتا ہے تو یہود ونصاریٰ سے مرعوب ہو کر اور احساس کمتری میں مبتلا ہو کر یہ اعلان کرتے ہیں کہ ہمارے ملک میں جمہوریت ہوگی، اسلامی حکومت نہ ہوگی۔ اسلام کے مطابق ملک چلانے کو عیب سمجھتے ہیں اور دشمنوں کے سامنے جھینپتے ہیں۔ درحقیقت اسلام اور احکام کے جو فوائد اور ثمرات ہیں، ان سے غافل ہیں، اس لئے دشمنوں کی طرف جھک جانے میں ترقی محسوس کرتے ہیں۔ اللہ جل شانہ کا فرمان ہے:

”وَلَا تَرْکَنُوْا اِلَی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا“

فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ" (الھود:......)

ترجمہ: "اور نہ مائل ہو جاؤ ان لوگوں کی طرف جنہوں نے ظلم کیا، کہیں تمہیں آگ نہ پہنچ جائے۔"

اس آیت کے مضمون پر غور کریں اور خوب سمجھ لیں کہ اغیار کی طرف جھکنے کا کیا انجام ہے؟

سسرال والے مردوں سے پردہ کی سخت تاکید

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: "(نامحرم) عورتوں کے پاس مت جایا کرو، ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ! عورت کے سسرال کے مردوں کے متعلق کیا حکم ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: سسرال کے رشتہ دار تو موت ہیں۔" (بخاری و مسلم)

اس حدیث میں جو سب سے زیادہ قابل توجہ چیز ہے، وہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کے سسرال کے مردوں کو موت سے تشبیہ دی ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ عورت اپنے جیٹھ اور دیور اور نندوئی وغیرہ سے اور اسی طرح سسرال کے دوسرے مردوں سے گہرا پردہ کرے، یوں تو ہر نامحرم سے پردہ کرنا لازم ہے، لیکن جیٹھ، دیور اور ان کے رشتہ داروں کے سامنے آنے سے اس طرح بچنا ضروری ہے جیسے موت سے بچنے کو ضروری خیال کرتے ہیں اور وجہ اس کی یہ ہے کہ ان لوگوں کو اپنا سمجھ کر اندر بلا لیا جاتا ہے اور بلا تکلف جیٹھ، دیور اور شوہر کے عزیز و اقارب اندر چلے جاتے ہیں اور بہت سے زیادہ خلا ملا کر لیتے ہیں اور ہنسی دل لگی تک کی نوبتیں آ جاتی ہیں، شوہر یہ سمجھتا ہے کہ یہ تو اپنے لوگ ہیں ان سے کیا روک ٹوک کی جائے؟ لیکن جب دونوں طرف سے یگانگت کے جذبات ہوں اور کثرت سے آنا جانا ہو اور شوہر گھر سے غائب ہو تو پھر اَن ہونے والے واقعات تک رونما ہو جاتے ہیں۔ ایک پڑوسی کسی عورت کو اتنی جلدی اغوا نہیں کر سکتا جتنی جلدی اور بآسانی دیور یا جیٹھا اپنی بھابھی کو اغوا کرنے یا بے حیائی کے کام پر آمادہ کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔

انہی حالات کے پیش نظر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سسرال کے مردوں سے بچنے اور پردہ کرنے کی سخت تاکید فرمادی ہے اور ان لوگوں کو موت بتا کر یہ بتادیا ہے کہ ان سے ایسا پرہیز کرو جیسا موت سے بچتی ہو اور مردوں کو بھی حکم ہے کہ اپنی بھاوج اور سالے وغیرہ کی بیوی سے خلا ملا نہ رکھیں اور نظر نہ ڈالیں۔

بعض عورتیں اپنے دیور کی چھوٹی عمر میں پرورش کرتی ہیں اور جب وہ بڑا ہو جاتا ہے تو اس سے پردہ کرنے کو برا سمجھتی ہیں اور اگر مسئلہ بتایا جاتا ہے کہ یہ نامحرم ہے تو کہتی ہیں کہ اس کو ہم نے چھوٹا سا پالا ہے، رات دن ساتھ رہا ہے، اس سے کیا پردہ؟ یہ بڑے گناہ کی بات ہے کہ آدمی گناہ بھی کرے اور شریعت کے مقابلہ میں کٹ حجتی پر اتر آئے، اللہ کے رسول تو دیور کو موت بتائیں اور جہالت کی ماری عورتیں اس کے سامنے آنے کو ضروری سمجھیں، یہ کیا مسلمانی ہے؟

تنبیہ: پردہ حق شرع ہے، شوہر کا حق نہیں ہے، بہت سی عورتیں سمجھتی ہیں کہ شوہر جس سے پردہ کرائے، اس سے پردہ کیا جائے اور شوہر جس کے سامنے آنے کو کہے اس کے سامنے آ جائیں۔ یہ سراسر غلط ہے، شوہر ہو یا کوئی دوسرا شخص، اس کے کہنے سے گناہ کرنے کی اجازت نہیں ہو جاتی۔ خوب سمجھ لیں۔

(جاری ہے)

قادیانی امریکا اور عالم کفر کے ایجنڈے پر عمل کرتے ہوئے پاکستان میں انتشار و افتراق پیدا کر رہے ہیں: قاضی احسان احمد

کوئٹہ....عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی کے مرکزی مبلغ مولانا قاضی احسان احمد نے جامع مسجد نورانی کوئٹہ و جامع مسجد گول سیٹلائٹ ٹاؤن کوئٹہ میں جمعہ کے عظیم اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ قادیانی امریکا اور عالم کفر کے ایجنڈے پر عمل کرتے ہوئے پاکستان میں انتشار و افتراق پیدا کر رہے ہیں۔ قادیانی دستور پاکستان کی پاسداری نہیں کرتے اور نہ ہی وہ ۱۹۷۴ء میں قومی اسمبلی کے متفقہ فیصلے کو تسلیم کرتے ہیں اور نہ ہی ۱۹۸۴ء امتناع قادیانیت آرڈی نینس کو آج تک تسلیم کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ قادیانی ملک و ملت کے غدار ہیں، قادیانی اپنی حیثیت تسلیم کریں اور ملک پاکستان میں دوسری غیر مسلم اقلیتوں کی طرح رہیں۔ انہوں نے کہا کہ توحید کے بعد ختم نبوت کا عقیدہ سب سے بڑا اور اہم عقیدہ ہے، جس پر دین کی اساس ہے۔ اس کی حفاظت کے لئے دور صدیقی میں سینکڑوں حفاظ صحابہؓ اور بدری صحابہؓ نے عقیدہ نبوت کے تحفظ کے لئے اپنی جان نچھاور کر کے اس عقیدے کا دفاع کیا اور حضرت وحشی بن حربؓ نے مسیلمہ کذاب کا سر قلم کر کے امت کے لئے اسوہ چھوڑا۔ انہوں نے کہا کہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت تمام مکاتب فکر کی نمائندگی کر رہی ہے۔ اسلام اور وطن عزیز کے خلاف بڑھتی ہوئی قادیانیوں کی ریشہ دوانیوں کے تعاقب میں ہر سطح پر بیداری پیدا کر رہی ہے۔ قاضی احسان احمد نے کہا کہ انگریزوں نے مرزا قادیانی سے دعویٰ نبوت کرایا اور اس خود کاشتہ پودے کی آبیاری کی، جس نے جہاد کے حرام ہونے کا فتویٰ جاری کیا اور کہا کہ یہ خون و قتال ہے۔ انہوں نے کہا کہ مسلمانوں اور بالخصوص علماء کرام کی ذمہ داری ہے کہ قادیانیت اور پرویزیت کے خلاف اپنا کردار ادا کریں اور مسلمانوں کو ان کے شر اور فتنے سے بچائیں تاکہ کسی مسلمان کا ایمان ضائع نہ ہو۔

معذوروں کے حقوق ومراعات

اسلامی نقطۂ نظر سے!

مفتی مکرم محی الدین قاسمی

انسانی معاشرے کا وہ حصہ جسے مادہ پرستی کے اس دور میں نظر انداز کردیا گیا ہے؛ ''معذورین'' کے عنوان سے جانا جاتا ہے، سماج کے اس طبقہ میں وہ افراد شامل سمجھے جاتے ہیں جو رفتار زمانہ اور زندگی کی دوڑ میں اپنی طبعی دائمی اور پیدائشی مجبوریوں کی بنا پر پیچھے رہ گئے ہوں۔ بینائی، شنوائی سے محروم، بے دست و پا دماغی طور پر مفلوج، دائمی روگ میں مبتلا افراد عام طور پر اس میں داخل مانے جاتے ہیں۔

یوں تو دنیا بھر میں ان کے تعلق سے ہمدردی کی لہر چل پڑی ہے، ایک عالمی ادارہ باقاعدہ طور پر ان کا نگراں سمجھا جاتا ہے، تاہم یہ حقیقت ہے کہ سماج کا یہ طبقہ جس قدر ہمدردی اور توجہ کا مستحق ہے، فی الحال عملی طور پر محرومی کے شکوہ سے دوچار ہے۔ ان حضرات کا قضیہ وقتی عبوری اقدامات سے حل نہیں ہوسکتا، ان کے مستقل حل کے لئے مضبوط حکمت عملی اور بڑے دیرپا اقدامات ناگزیر ہیں۔ ویسے تو معذورین کے تعلق سے جذبۂ ترحم انسانی فطرت کا تقاضا اور لازمہ ہے، لیکن صرف اسلام نے اس جذبہ کو صحیح رخ دیا ہے، معذورین کے مختلف حقوق و مراعات وضاحت کے ساتھ بیان کئے ہیں، قانون اسلامی کا ایک معتد بہ حصہ ان کے حقوق سے متعلق مختص کردیا گیا ہے۔ ذیل میں اسلامی نقطۂ نظر سے معذورین کے معاشی، معاشرتی، مذہبی اور سیاسی و حربی حقوق و مراعات پر قدرے تفصیل کے ساتھ گفتگو کی جاتی ہے۔

معاشی حقوق ومراعات

اسلام نے معذور افراد پر کسی طرح کا معاشی بار نہیں رکھا ہے، کسب معاش کی الجھنوں سے انہیں آزاد رکھا ہے۔ وہ تمام قرآنی آیات اور احادیث مبارکہ جن میں کمزوروں، بے سہاروں کے ساتھ حسن سلوک اور ان پر انفاق کی تلقین کی گئی ہے، معذورین بھی ان کے مفہوم میں داخل ہیں۔ کتب فقہ میں نفقۂ اقارب کے عنوان سے بکھری پڑی ہیں، ان کا حاصل بھی یہی ہے کہ ان معذورین کے معاش وزیست میں تعاون ہو۔ علامہ کاسانی ''نفقۂ اقارب کے وجوب (بعض رشتہ داروں کے نفقہ کا بعض رشتہ داروں پر وجوب) کی ایک نہایت ہی اہم اور بنیادی شرط کی وضاحت فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

''خاندان کے کچھ مفلس رشتہ دار، اپاہج و لاچار ہوں یا معذور و مفلوج ہوں یا مجنون و اندھے پن کا شکار ہوں، دست و پا بریدہ یا شل زدہ ہوں تو ان کا نفقہ معہود ترتیب فقہی کے اعتبار سے خاندان کے دیگر صحیح الاعضاء متمول رشتہ داروں پر واجب ہوتا ہے۔''

(بدائع الصنائع،۴/۳۳۶)

معذورین کے حقوق کی یہ رعایت خاندانی سطح سے تھی، اسلامی دور درخشاں میں حکومتی سطح پر معذورین کی نگرانی اور دیکھ بھال کا جو نظم تھا، وہ حد درجہ بے مثال اور قابل رشک تھا۔

علامہ شبلیؒ ''الفاروق'' میں لکھتے ہیں:

''(حضرت عمرؓ کے زمانے میں) عام حکم تھا اور اس کی ہمیشہ تعمیل ہوتی تھی کہ ملک کے جس قدر اپاہج، از کار رفتہ، مفلوج وغیرہ ہوں سب کی تنخواہیں بیت المال سے مقرر کردی جائیں۔ لاکھوں سے متجاوز آدمی فوجی دفتر میں داخل تھے جن کو گھر بیٹھے خوراک ملتی تھی، بلا تخصیص مذہب حکم تھا کہ بیت المال سے ان کے روزینے مقرر کردیئے جائیں۔'' (الفاروق:۲/۱۹۶،۱۹۷)

غرض حکومتی سطح پر جو معاشی مراعات مسلم معذورین کو حاصل تھیں، پوری رواداری کے ساتھ غیر مسلم معذور رعایا بھی نفع اندوز ہوتی تھی۔ ایک اور مقام پر علامہ موصوف رقم طراز ہیں:

''یہ جو قاعدہ تھا کہ جو مسلمان اپاہج اور ضعیف ہوجاتا تھا اور محنت و مزدوری سے معاش نہیں پیدا کرسکتا تھا، بیت المال سے اس کا وظیفہ مقرر ہوجاتا تھا۔ اسی قسم کی، بلکہ اس سے زیادہ فیاضانہ رعایت ذمیوں کے ساتھ بھی تھی۔''

(الفاروق:۲/۱۵۷)

سید قطب شہید مرحوم تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت عمرؓ نے ایک بوڑھے نابینا کو ایک دروازے پر بھیک مانگتے دیکھا، دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ یہودی ہے، آپؓ نے اس سے پوچھا: تمہیں کس چیز نے اس حالت تک پہنچایا؟ اس نے جواب دیا: جزیہ، ضرورت اور بڑھاپا۔ عمرؓ اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے گئے

اور اتنا کچھ دیا جو اس وقت کی ضروریات کے لئے کافی تھا۔ پھر آپؓ نے بیت المال کے خزانچی کو کہلا بھیجا کہ اس شخص اور اس جیسے دوسرے اشخاص کی طرف توجہ کرو، خدا کی قسم یہ انصاف کی بات نہیں کہ ہم اس کی جوانی کی کمائی کھائیں اور بڑھاپے میں اسے دھتکار دیں۔ آپؓ نے اس فرد اور اس جیسے دوسرے افراد کو جزیہ سے بری قرار دے دیا۔ جب آپؓ نے دمشق کا سفر کیا تو ایک ایسی بستی سے گزرے جہاں کچھ جذام کے مریض عیسائی بستے تھے، آپؓ نے حکم دیا کہ ان کو زکوٰۃ کی مد سے امداد دی جائے اور ان کے لئے راشن جاری کئے جائیں۔"

(العدالۃ الاجتماعیۃ فی الاسلام، اردو:۳۲۸)

ایک صحابیؓ جن کی بینائی میں نقص تھا اور کچھ ذہن بھی متاثر تھا وہ خرید و فروخت میں اکثر دھوکا کھا جاتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اور ان جیسے افراد کی خاطر، خرید و فروخت میں خیار شرط شروع فرمایا، جس کی رو سے بیچنے والے یا خریدنے والے کو بیع کی قطعیت کے لئے تین دن کی مہلت مل جاتی ہے۔ (تکملہ فتح الملہم:۱/۳۷۸،۳۸۲)

معاشرتی حقوق و مراعات

اسلام نے معذور افراد کو الگ تھلگ کسمپری کی زندگی گزارنے کے بجائے اجتماعی معاشرت کا حوصلہ دیا، ان کے مقام و مرتبہ کے مناسب معاشرتی کام بھی تفویض کئے، احساسِ کمتری اور معاشرتی سرد مہری کا شکار بننے سے ان کو تحفظ فراہم کیا۔ عبداللہ بن ام مکتومؓ ایک نابینا صحابیؓ تھے، ایک دفعہ وہ بغرضِ دریافت مسئلہ بارگاہِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک ایسے وقت حاضر ہوئے جب کہ آپ بعض اعیانِ قریش سے اسلام پر گفتگو فرما رہے تھے، آپ کو ان کا یہ بے وقت سوال پوچھنا ناگوار ہوا، بس اتنا ہونا تھا کہ سورۂ عبس کا نزول ہوا، جس میں آپ پر اس رویہ کے تعلق سے ہلکا سا عتاب کیا گیا۔ روایات میں ہے کہ اس کے بعد جب وہ نابینا آپ کی خدمت میں آتے تو آپ بہت تعظیم و تکریم سے پیش آتے اور فرماتے: خوش آمدید! اے وہ ساتھی! جس کے بارے میں پروردگار نے مجھے تنبیہ فرمائی۔

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوۂ احد کے لئے روانہ ہوئے تو اپنی جگہ انہی نابینا ابن ام مکتومؓ کو اپنا نائب فرمایا۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ہشام، ہشام:۳/۱۷)

غور کیجئے! کتنا بڑا منصب ایک نابینا شخصیت کے سپرد کیا جا رہا ہے اور تو اور ایک جذامی آدمی کو بھی آپؓ نے اپنے کھانے میں شریک فرمایا ہے۔

(تکملہ فتح الملہم:۴/۳۷۷، نزہۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر:۳۵)

سعید بن یربوعؓ ایک صحابیؓ تھے، جن کی آنکھیں جاتی رہی تھیں۔ حضرت عمرؓ نے ان سے کہا کہ آپ جمعہ میں کیوں نہیں آتے؟ انہوں نے کہا: میرے پاس آدمی نہیں کہ مجھ کو راستہ بتائے، حضرت عمرؓ نے ایک آدمی مقرر کر دیا جو ان کے ساتھ رہتا تھا۔ (الفاروق:۲/۲۰۵)

حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کے زمانے میں حضرت عمرؓ مدینہ کی ایک اندھی عورت کی خبر گیری کیا کرتے تھے، پھر ایسا ہونے لگا کہ جب بھی آپ پہنچتے، یہ دیکھتے ہیں کہ ابوبکرؓ آکر اس کے کام کر جاتے ہیں۔ (اسلام میں عدل اجتماعی، قطب شہیدؒ:۳۸۶)

مذہبی حقوق و مراعات

بہت سی وہ عبادات جو جسمانی تعب و مشقت کی متقاضی ہیں، اسلام نے معذور حضرات کو یا تو ان سے بالکلیہ مستثنیٰ رکھا ہے یا پھر ان کا متبادل تجویز کیا ہے۔ جمعہ و جماعات کی لازمی حاضری سے معذور حضرات مستثنیٰ ہیں۔ مال دار ہوں، مگر اپاہج و لاچار ہوں تو عبادت حج میں، حج بدل اور روزہ میں فدیہ کی شکل رکھی گئی ہے، جہاد جیسی عظیم عبادت سے بھی یہ حضرات مستثنیٰ ہیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"اندھے پر کوئی حرج نہیں ہے اور نہ لنگڑے پر کوئی حرج ہے اور نہ بیمار پر کوئی حرج ہے۔" (الفتح:۱۷)

بصارت سے محرومی اور لنگڑے پن کی وجہ سے چلنے پھرنے سے معذوری ہے، یہ دونوں عذر تو لازمی ہیں، ان اصحابِ عذر یا ان جیسے دیگر معذورین کو جہاد سے مستثنیٰ کر دیا گیا، حد تو یہ کہ یہ معذور حضرات جو اپنی معذوری کے سبب جہاد سے پیچھے رہ گئے، ان کے لئے بھی مجاہدین کے برابر اجر و ثواب کا وعدہ گھر بیٹھے حاصل ہے۔

غزوۂ تبوک کے موقع سے آپؐ نے معذورین کے بارے میں جہاد میں شریک لوگوں سے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ: تمہارے پیچھے مدینہ میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ تم جس وادی کو بھی طے کرتے ہو اور جس راستے پر بھی چلتے ہو تمہارے ساتھ وہ اجر میں برابر کے شریک ہیں۔ صحابہ کرامؓ نے پوچھا: یہ کیونکر ہو سکتا ہے جب کہ وہ مدینہ میں بیٹھے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: "حبسہم العذر" عذر نے ان کو وہاں روک دیا ہے۔ (بخاری، کتاب الجہاد)

سیاسی و حربی حقوق و مراعات

اسلام سے قبل جنگ میں مقاتلین اور غیر مقاتلین کے درمیان کوئی امتیاز نہ تھا، دشمن قوم کے ہر فرد کو دشمن سمجھا جاتا تھا اور اعمالِ جنگ کا دائرہ تمام طبقوں اور جماعتوں پر یکساں محیط تھا۔ عورتیں، بوڑھے، بیمار، زخمی کوئی بھی اس ہمہ گیر دست درازی سے مستثنیٰ نہ تھا۔ (الجہاد فی الاسلام:۱۹۸)

اسلام نے اس سلسلہ میں سب سے پہلے چیز یہ کی کہ محاربین (Belligerents) کو دو طبقوں میں تقسیم کر دیا، ایک اہل قتال (Combatants) دوسرے غیر اہل قتال (Non Combatants) اہل قتال وہ ہیں جو عملاً جنگ میں حصہ لیتے ہیں یا عقلاً و عرفاً حصہ لینے کی قدرت رکھتے ہیں، یعنی جوان مرد اور غیر اہل قتال وہ ہیں جو عقلاً و عرفاً جنگ میں حصہ نہیں لے سکتے، یا عموماً نہیں لیا کرتے، مثلاً: عورتیں، بچے، بوڑھے، بیمار، زخمی، اندھے، مقطوع الاعضاء، مجنون، سیاح، خانقاہ نشین زاہد، معبدوں اور مندروں کے پجاری اور ایسے ہی دوسرے بے ضرر لوگ۔ اسلام نے طبقۂ اول کے لوگوں کو قتل کرنے کی اجازت دی ہے اور طبقۂ دوم کے لوگوں کو قتل کرنے سے منع کر دیا ہے۔

(الجہاد فی الاسلام: ۲۲۳)

آج معذورین کے حقوق کی علمبردار اور دعویدار طاقتیں اپنی طاقت کے نشہ میں نہ صرف معذورین سمیت بستی کی بستیاں اور ملک کے ملک اجاڑ رہی ہیں، بلکہ ہلاکت خیز کیمیائی ہتھیاروں کے استعمال کے ذریعہ نسلوں، معذورین کی افزائش و آبادی میں اضافہ کا سامان بہم پہنچا رہی ہیں۔ ناطقہ سر بہ گریباں اور خرد محو حیرت بنی ہوئی ہے کہ ان کے قول و عمل کے اس تفاوت و تضاد کی آخر کیا توجیہ کی جائے؟

اس کائنات ارضی و سماوی میں اسلام ہی وہ واحد مذہب ہے جس کی تعلیمات وہدایا تضاد و نفاق کے جراثیم سے مکمل پاک ہیں اور اسلام ہی روئے زمین پر وہ اکیلا مذہب ہے جو معذورین سمیت پوری انسانیت کا مسیحا ہے۔ مگر شرط یہ ہے کہ اس کے نظام کو اپنایا اور برتا جائے۔

☆☆..........☆☆

”مرزا کا گنجا پن“

”معجون مرکب“ مرزا غلام احمد قادیانی جس طرح ہر تعلی اور بڑائی کا دعویدار تھا، اسی طرح ہر قسم کے عیوب و نقائص کا مجموعہ بھی تھا۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ گھنے بال چہرے کی خوبصورتی کی علامت ہوتے ہیں، لیکن مرزا غلام احمد قادیانی کے بے ڈھبے سر کے بال نہایت کم تھے، جب وہ اپنی سکھوں جیسی پگڑی اتارتا تو سر کا گنجا پن صاف دکھائی دیتا تھا، جو اس کی بدصورتی کا واضح ثبوت تھا، گھر کے بھیدیوں کا اعتراف حقیقت ملاحظہ کیجئے:

مرزا قادیانی کا مرید عبدالقادر قادیانی لکھتا ہے:

”(مرزا قادیانی کے بال) گھنے اور کثرت سے نہ تھے، بلکہ کم کم اور نہایت ملائم تھے۔“ (حیات طیبہ از عبدالقادر قادیانی)

مفتی محمد صادق قادیانی لکھتا ہے:

”آخری عمر میں حضور کے سر کے بال بہت پتلے اور ہلکے ہو گئے تھے، چونکہ یہ عاجز ولایت سے ادویہ وغیرہ کے نمونے منگوایا کرتا تھا، غالباً اسی واسطے مجھے ایک دفعہ کہا: مفتی صاحب! سر کے بالوں کے اگانے اور بڑھانے کے واسطے کوئی دوا منگوائیں۔“

(ذکر حبیب، ص:۱۷۳، از مفتی محمد صادق)

مرزا قادیانی اپنے خط میں لکھتا ہے:

”دوا پہنچ گئی، ایک اشتہار بالوں کی کثرت کا شاید لندن میں کسی نے دیا ہے اور مفت دوا بھیجتا ہے، آپ وہ دوا بھی منگوا لیں تاکہ آزمائی جائے، لکھتا ہے کہ: اس سے گنجے بھی شفا پاتے ہیں۔“

(ذکر حبیب، ص:۳۶۰، از مفتی محمد صادق)

اب سائنسی نقطۂ نظر سے اس بیماری کے اثرات ملاحظہ فرمائیں:

دنیا کے مشہور ماہر چہرہ شناس جون گلمین، بالوں کی کمی اور گنجے پن کے اثرات پر لکھتا ہے:

”بالوں کی کمی کمزوری کی علامت ہے، گنجا پن قوت اور صلاحیت کی کمی کا دوسرا نام ہے، ایسا شخص آسانی سے زیر کیا جا سکتا ہے۔“ (اے نو ریڈ فیس ریڈنگ ہائے جون گلمین)

حقائق کی دنیا میں ان بیماریوں کے اثرات کا مشاہدہ یوں ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی ایک کم صلاحیت، کمزور اور ڈرپوک انسان نظر آتا ہے، وہ اپنے مدمقابل سے ہمیشہ زیر اور شکستہ خاطر ہو جاتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ جب گولڑہ شریف کی روحانی ہستی حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ نے مرزا کو لاہور میں مناظرہ کا چیلنج کیا اور مرزا نے قبول بھی کیا، تب بھی لاہور میں مناظرہ کی طے شدہ تاریخ سارا دن مرزا قادیانی کا انتظار کرنے میں گزر گئی اور مرزا قادیانی ڈر کے مارے حضرت پیر صاحب کے مقابل آنے کی جرأت نہ کر سکا، اسی طرح جب حضرت پیر صاحبؒ نے مرزا قادیانی کو اس بات کا چیلنج دیا کہ آؤ! ہم دونوں بادشاہی مسجد لاہور کے مینار پر چڑھ کر بیک وقت چھلانگ لگاتے ہیں جو سچا ہوگا وہ صحیح سلامت زندہ بچ جائے گا، لیکن مرزا قادیانی نے خوف کے باعث حضرت کا یہ چیلنج بھی قبول نہ کیا اور اپنے کاذب ہونے پر مہر ثبت کر دی۔

(از قادیانیت اسلام اور سائنس کے کٹہرے میں)

مرسلہ: مولانا عبدالحی مطمئن

مختلف معاشروں کا اختلاط اور نقصان

مولانا گل نواز ایوبی

قرآن مجید میں حضرت یوسف علیہ السلام کا قول منقول ہے: ''وَأْتُونِي بِأَهْلِكُمْ أَجْمَعِينَ.'' ترجمہ: ''اور تم اپنے تمام خاندان کو میرے پاس لے آؤ۔'' سورۂ یوسف علیہ السلام کی آیت کے اس آخری حصے کو حضرت یوسف علیہ السلام کا دعوت نامہ بھی کہا جاسکتا ہے، جس کے ذریعے آپ علیہ السلام اپنے تمام خاندان کو مصر آنے کی دعوت دے رہے ہیں۔

برادرانِ یوسفؑ نے جب یہ دعوت نامہ اپنے والد کو پیش کیا تو حضرت یعقوبؑ اپنے سارے خاندان کے ساتھ مصر چلے گئے اور اپنے فرزند حضرت یوسف علیہ السلام سے دوبارہ ملاقات ہوئی اور یوں ستائیس (۲۷) سالوں پر محیط جدائی کا زمانہ ختم ہوگیا۔

مصر میں دورانِ قیام عزیزِ مصر نے حضرت یوسف سے اصرار کیا کہ اب تم اپنے خاندان کو مصر میں ہی آباد کرو، عزیزِ مصر کا اصرار دیکھ کر حضرت یوسفؑ نے اپنے والد بزرگوار اور خاندان کو نصیحت کی کہ جب عزیزِ مصر آپ سے مصر میں ہی رہنے کی درخواست کرتے ہوئے زمین اور مقام کے انتخاب کے لئے کہے تو تم اپنی رہائش کے لئے فلاں حصہ طلب کرنا اور کہنا کہ چونکہ ہم قبائلی زندگی کے عادی ہیں، عام شہری زندگی سے الگ رہنا ہی پسند کرتے ہیں۔

حضرت یوسفؑ کی اس نصیحت میں قابلِ فکر یہ بات ہے کہ آپ نے اپنے خاندان کو شہر سے الگ رہنے کا مشورہ کیوں دیا؟ شہری زندگی پر آپ کے کیا تحفظات تھے؟ مصری قوم کے ساتھ مل جل کر رہنے میں کیا حرج تھی؟ صاحب قصص القرآن مولانا حفظ الرحمن سیوہارویؒ نصیحتِ یوسفؑ کی وجہ لکھتے ہوئے وضاحت کرتے ہیں کہ اس سے حضرت یوسفؑ کا مقصد یہ تھا کہ اس طرح مصریوں سے الگ رہنے میں بنی اسرائیل اپنی زندگی پر قائم، مصری بت پرستی سے متنفر، مصری بداخلاقی اور مبتذل شہری عادات وخصائل سے محفوظ رہیں گے اور اپنی شجاعانہ بدویانہ زندگی کو کبھی نہیں بھولیں گے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ نصیحتِ یوسف ہر اس ملک وملت کے لئے قانون واصول کی حیثیت رکھتی ہے جو اپنے مذہب اور اپنی تہذیب کی محافظ ہو۔ آپ کی یہ وصیت زمانہ گزشتہ میں بھی مؤثر تھی اور اب بھی مؤثر ثابت ہوگی۔

بہرحال خاندانِ یوسف کو مصر میں زمانہ گزرتا گیا، رفتہ رفتہ اسرائیلی آبادی بڑھتی گئی اور آبادی کا یہ سلسلہ مصری قوم میں بھی بڑھتا گیا، ماضی دور ہوتا گیا اور حال مستقبل کو قریب لاتا گیا، دو قوموں کی دوریاں قربتوں میں بڑھتی گئیں، نتیجتاً غیر اختیاری طور پر دو تہذیبیں ضم ہوگئیں، دریچے ایک دوسرے کے صحن وگلیوں میں کھلنے لگے، ایک کی چھت دوسرے گھر کا صحن بننے لگی۔ پھر ایک بادشاہت ایسی آئی جس میں اسرائیلیوں کی شہریت کی منسوخی اور سلبِ آزادی کے منصوبے بننے لگے اور اسرائیلیوں پر عرصۂ حیات تنگ کیا جانے لگا۔ قرآن کریم نے ظالم بادشاہ کے ظلم کی حقیقت سے تمام انسانیت کو آگاہ کیا:

''اور یاد کرو جب ہم نے تمہیں فرعونیوں سے نجات دی، جو تمہیں بدترین عذاب دیتے تھے، جو تمہارے لڑکوں کو مار ڈالتے تھے اور تمہاری لڑکیوں کو زندہ چھوڑ دیتے تھے، اسی نجات میں تمہارے رب کی بڑی آزمائش تھی۔''

(البقرۃ ۴۹)

فرعون کے ظلم وستم اور اسرائیلیوں کی غلامی کے متعلق حضرت مولانا حفظ الرحمن سیوہارویؒ مصری عالم محقق احمد یوسف آفندی کی تورات کی تحقیق کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ جس فرعون نے بنی اسرائیل کے ساتھ عداوت کا معاملہ کیا اور ان کو سخت مصائب میں مبتلا رکھا، اسی فرعون نے اسرائیلیوں سے دو شہروں (رعمیس اور فیثوم) کی تعمیر بھی کروائی۔

مزید لکھتے ہیں کہ: جس فرعون کے دور میں بنی اسرائیل مصائب میں مبتلا تھی، وہ فرعون مصری حکمرانوں کا انیسواں (۱۹) خاندان تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اسی کے زمانے میں پیدا ہوئے اور اسی کی آغوش میں پرورش پائی تھی اور یہی وہ فرعون ہے، جس کو حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام نے اسلام کی دعوت دی تھی اور اسی سے بنی اسرائیل کی آزادی ورہائی کا مطالبہ کیا تھا اور اسی مطالبہ کا ذکر قرآن میں بھی ہے:

ترجمہ: ''پھر دونوں فرعون کے پاس آؤ، پس کہو: ہم بلاشبہ جہانوں کے پروردگار کے پیغمبر اور ایلچی ہیں، (یہ پیغام لے کر آئے ہیں کہ) تو بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ بھیج دے، فرعون نے

کہا: کیا ہم نے تجھ کو اپنے یہاں لڑکا سا نہیں پالا اور تو ہمارے یہاں ایک مدت نہیں رہا۔“

(الشعراء:۱۶،۱۷،۱۸)

بالآخر بحکم خداوندی حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو فرعون سے آزاد کرانے کے لئے انہیں بحر قلزم کی طرف لے کر چلے اور پھر آگے چل کر یہ واقعات پیش آئے:

عبور قلزم اور آزادی کے بعد بنی اسرائیل کا پہلا اور حیران کن مطالبہ:

حضرت مولانا سیوہاروی ”بحوالہ توراۃ لکھتے ہیں کہ جب بنی اسرائیل سلامتی کے ساتھ بحر قلزم پار کر گئے اور انہوں نے اپنی آنکھوں سے فرعون اور سب کی فوج کو غرق ہوتے نعشوں کو تیرتے دیکھا تو بتقاضائے فطرت بے حد مسرت اور خوشی کا اظہار کیا، پھر اس کے بعد حضرت موسیٰ نے پوری قوم کو جمع کر کے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو جس نے تم کو اس زبردست فتنے سے نجات دی۔

بعد ازاں حضرت موسیٰ نے اپنی قوم کو لے کر بیابان شور سے ہوتے ہوئے سیناء کی راہ لی۔ قوم نے جب وہاں کے بت کدوں میں پرستاران صنم کو بتوں کی پوجا میں مشغول دیکھا تو کہنے لگے: موسیٰ! ہم کو بھی ایسے ہی معبود بنا دے، تاکہ ہم بھی اسی طرح ان کی پرستش کریں۔ قرآن نے بھی اس کو نقل کیا ہے:

ترجمہ: ”اور ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر سے پار کر دیا، پھر ان کا گزر ایک ایسی قوم پر ہوا جو اپنے بتوں سے لگے تھے تو کہنے لگے موسیٰ! جیسے ان کے معبود ہیں، ایسے ہی ہمارے لئے بھی بنا دے، موسیٰ نے کہا: افسوس تم پر! بلاشبہ تم جاہل قوم ہو، بے شک ان لوگوں کا طریقہ تو ہلاکت کا طریقہ ہے اور یہ جو کچھ کر رہے ہیں باطل ہے (اور یہ بھی) کہا کہ باوجود اس کے کہ تم کو خدا نے تمام کائنات پر فضیلت دی ہے، پھر بھی میں تمہارے لئے خدائے واحد کے سوا اور معبود تلاش کروں؟ (الاعراف:۱۳۸،۱۳۹،۱۴۰)

بت پرستی گناہوں کی فہرست میں سخت ترین گناہ ہے، بارگاہ خداوندی میں ناقابل معافی جرم ہے، کبیرہ گناہوں کی فہرست میں سب سے پہلا گناہ شرک ہے تو آخر وہ کیا وجہ تھی؟ وہ کیا اور کب کے اثرات تھے کہ سلسلہ انبیاء علیہم السلام کی حامل معزز قوم بنی اسرائیل اسی بت پرستی کا مطالبہ کر بیٹھی۔

بات اصل یہ ہے کہ اگرچہ بنی اسرائیلی نبیوں کی اولاد تھے اور ابھی تک ان میں وہ اثرات ایک حد تک باقی تھے جو ان کو باپ، دادا سے ملے تھے، مگر ساڑھے چار سو برس سے دو قوموں اور تہذیبوں کا انضمام، دو الگ الگ عقائد و فکر کا اختلاط اور مصری بت پرستوں کے حاکمانہ اقتدار میں غلام رہنے کی وجہ سے بنی اسرائیل میں بت پرستی کا جذبہ بھی سرایت کر چکا تھا اور یہ مطالبہ اسی رہن سہن اور اختلاط کا اثر تھا، جو آج پجاریوں کو دیکھ کر ان میں ابھر آیا تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ناپاک مطالبہ کر بیٹھے۔

قارئین کرام! مضمون کی ابتدا میں حضرت یوسف علیہ السلام کی اپنی قوم کو کی جانے والی نصیحت کہ شہر سے الگ رہنے کو ترجیح دی جائے، تاکہ بنی اسرائیل مصری اختلاط سے الگ رہیں۔ درحقیقت آج بھی مذہبی تشخص کی بقاء و نشوونما کے لئے ضروری ہے کہ نصیحت یوسف کو اپنے حق میں بھی سمجھا جائے۔ ملک وملت کے تحفظ کے لئے غیر مسلم اقوام کے مادر پدر آزاد ماحول کی یلغار کو روکنے کے لئے قلم، زبان اور منبر ومحراب کے ذریعے عوام میں شعور بیدار کیا جائے کہ اسلامی ثقافت واسلامی شناخت ہی ہماری پہچان ہے۔ ہر صورت اپنی ثقافت وشناخت کو برقرار رکھا جائے اور دیگر تہذیبوں کے غلط اثرات سے محفوظ رکھا جائے۔ ☆☆

قادیانی جماعت حکیم نورالدین (قادیانی خلیفہ اوّل) کی نظر میں!

مرتدوں کی جماعت:

”مجھے (یعنی حکیم نورالدین کو) خدا نے خلیفہ بنا دیا ہے اور اب نہ تمہارے (یعنی قادیانیوں کے) کہنے سے معزول ہو سکتا ہوں اور نہ کسی میں طاقت ہے کہ معزول کرے۔ اگر تم زیادہ زور دو گے تو یاد رکھو! میرے پاس ایسے خالد بن ولید ہیں جو تمہیں مرتدوں کی طرح سزا دیں گے۔“

(رسالہ تشحیذ الاذہان قادیان، ج:۹ نمبر۱۱، ص:۱۴، بابت ماہ نومبر ۱۹۱۴ء)

کوفی فطرت جماعت:

اللہ تعالیٰ نے نورالدین کو خلیفہ مقرر کیا، جن کے متعلق یہ کہا جاتا تھا کہ وہ لکھنا اور بولنا نہیں جانتے۔ اس وقت تو (قادیانی) لوگوں نے بیعت کر لی، مگر زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ بعض نے کہا: یہ سترا بہترا، لائی لگ ہے، کمزور طبیعت ہے اور اگر اس مسئلہ کا تصفیہ اس کے زمانہ میں نہ کر دیا گیا تو پھر نہ ہو سکے گا، کیونکہ یہ تو ڈر جاتا ہے......

آپ نے (یعنی نورالدین نے) فرمایا کہ: ”کہا جاتا ہے کہ تمہارا کام صرف نمازیں پڑھانا، درس دینا اور نکاح پڑھانا ہے۔ مگر میں نے کسی کو نہیں کہا تھا کہ میری بیعت کرو، تم خود اس کی ضرورت سمجھ کر میرے پاس آئے۔ مجھے خلافت کی ضرورت نہ تھی، لیکن جب دیکھا کہ میرا خدا مجھے بلا رہا ہے تو میں نے انکار کا سبب نہ سمجھا۔ اب تم کہتے ہو کہ میری اطاعت تمہیں منظور نہیں۔“

(اخبار الفضل قادیان، ج:۲۵ نمبر۷۷، مورخہ ۳/اپریل ۱۹۳۷ء)

مرسلہ: حافظ محمد سعید لدھیانوی

بے چین زندگی

مولانا محمد احمد پرتاب گڑھیؒ

اسلام دین فطرت ہے' ایک مکمل دین اور ایک مستقل تہذیب ہے' اس کی عمارت مکمل ہے' اس میں کوئی چیز کم یا زائد نہیں ہے۔ مشہور یورپین نو مسلم محمد اسد لیوپولڈ ویس جنہوں نے یورپ کی مشینی اور بے روح زندگی سے مایوس ہو کر سکون کی تلاش میں اسلام کا مطالعہ کیا' مسلم معاشروں میں جا جا کر مسلمانوں کے شب و روز کی زندگی کو دیکھا اور جائزہ لیا' اس تلاش و جستجو میں مسلم ملکوں میں سفر کیا' وہاں کی روح پرور فضاؤں میں وقت گزارا تو انہیں زندگی کے وہ عطر بیز جھونکے محسوس ہوئے جس کا یورپ کی زندگی میں تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ بالآخر اسلام کے گھنے' ٹھنڈے اور پُر بہار سائے میں پناہ لی اور اسی کے داعی بن گئے۔

وہ یورپ کی بے چین زندگی کا ایک مشاہدہ بیان کرتے ہیں' جس سے ہماری آج کی بے چین زندگی کے اسباب کا آسانی اندازہ لگایا جا سکتا ہے' یہ ان کے اس وقت کے تاثرات ہیں جب وہ سکون و چین کی تلاش میں اسلام کا مطالعہ شروع کر چکے تھے۔ وہ لکھتے ہیں:

"ایک مرتبہ میں اپنی بیوی کے ساتھ برلن کی زمین دوز ٹرین سے سفر کر رہا تھا کہ اچانک میری نظر ایک آدمی پر پڑی' وہ کوئی دولت مند اور خوشحال تاجر معلوم ہوتا تھا' ایک چھوٹا سا بیگ اس کی گود میں تھا' انگلی میں ہیرے کی ایک انگوٹھی نظر آ رہی تھی' مجھے اچانک خیال آیا کہ یہ انگوٹھی اس کی خوش حالی اور فارغ البالی کا عکس ہے۔ اس وقت کی اکثریت اچھا کھاتی اور پیتی تھی' اس لحاظ سے میرے سامنے بیٹھا ہوا یہ شخص دیگر لوگوں سے کچھ مختلف اور نیا نہ تھا' لیکن جب میں نے اس کے چہرہ پر نظر ڈالی تو ایسا محسوس ہوا کہ میں کسی مطمئن اور پُر مسرت چہرہ کو نہیں دیکھ رہا ہوں' وہ اپنی اس ظاہری حالت اور مالداری کے باوجود مجھے بے چین اور غیر مطمئن نظر آیا' اتنا غیر مطمئن کہ اس کی نظریں کھوئی کھوئی سی فضا کو گھور رہی تھیں اور اس کے ہونٹ کے دونوں کنارے کسی تکلیف سے بھنچے ہوئے تھے۔ ایک غیر جسمانی تکلیف' اس کے پہلو میں ایک مہذب خاتون بھی بیٹھی ہوئی تھی' ان کے چہرے پر بھی بے چینی اور بے اطمینانی کے آثار تھے' جیسے وہ کسی ایسی چیز کے متعلق سوچ رہی ہوں جس کے سوچنے سے ان کو تکلیف ہو رہی ہو' ایک پھیکی مسکراہٹ ان کے ہونٹوں پر پھیلی ہوئی تھی۔

پھر میں نے کمپارٹمنٹ میں اور لوگوں کی طرف نظر دوڑائی اور چہروں کو نگاہوں سے ٹٹولنے لگا' وہ سب کے سب بلا استثنا خوش حال نظر آ رہے تھے' سب کے سب خوش پوشاک تھے' لیکن ہر چہرہ پر میں نے ایک پوشیدہ الم کی جھلک دیکھی' اتنی پوشیدہ کہ خود ان سب کو بھی اس کا احساس نہ ہوگا۔

ایک جگہ پر اتنے بہت سے غم زدہ چہروں کو دیکھنے کا اتفاق مجھے اس سے پہلے کبھی نہیں ہوا تھا' اس بات نے مجھ پر اتنا اثر کیا کہ میں نے اس کا ذکر اپنی بیوی سے کیا' وہ بھی ماہر فنکار اور آرٹسٹ کی طرح تمام لوگوں کے چہروں کو دیکھنے لگی' پھر حیرت کے ساتھ میری طرف رُخ کر کے کہنے لگی آپ بالکل صحیح کہتے ہیں' ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے وہ سب جہنم کی تکلیفیں برداشت کر رہے ہوں' میں یہ سوچتی ہوں کہ ان چہروں پر جو گزر رہی ہے ان کو اس کی خبر بھی ہے یا نہیں؟

جب میں گھر پہنچا تو میری نظر میز پر پڑی جس پر کھلا ہوا قرآن رکھا ہوا تھا' جو میرے مطالعہ میں رہتا تھا' میں اس کو بند کر کے کسی دوسری جگہ رکھنا ہی چاہتا تھا کہ غیر شعوری طور پر اچانک میری نگاہ کھلے ہوئے صفحہ پر پڑ گئی' جس پر یہ سورۃ لکھی تھی:

"غفلت میں رکھا تم کو بہتات کی حرص نے جب تک جا دیکھیں قبریں کوئی نہیں آگے جان لوگے' پھر کوئی نہیں آگے جان لوگے' کوئی نہیں اگر تم جانو یقین کر کے' بے شک تم کو دیکھنا ہے دوزخ' پھر دیکھنا اس کو یقین کی آنکھ سے' پھر پوچھیں گے تم سے اس آرام کی حقیقت۔" (سورۃ تکاثر)

سورت کا پڑھنا تھا کہ میں ایک لمحہ کے لئے گم سم ہو گیا' یاد پڑتا ہے کہ کتاب میرے ہاتھ میں جنبش میں تھی' پھر میں نے اپنی بیوی سے کہا' دیکھو سنو' کیا یہ اس کا جواب نہیں ہے' جو رات کو ہم نے ریل پر دیکھا تھا۔

ہاں وہ جواب ایسا قطعی تھا کہ سارے شکوک و شبہات ایک دم سے ختم ہو گئے' اب میں نے یقینی طور پر سمجھ لیا کہ یہ کتاب جو اس وقت میرے ہاتھ میں ہے' خدا ہی کی نازل کی ہوئی ہے' وہ اگرچہ آج سے تیرہ سو (ساڑھے چودہ سو برس) پہلے ایک انسان کو عطا کی گئی تھی لیکن اس میں بہت وضاحت کے ساتھ ایک ایسی چیز کی پیشگوئی تھی جو ہمارے اس پیچیدہ اور مشینی دور سے زیادہ واضح طور پر کسی اور دور میں نہ آئی تھی۔"

پھر وہ اس نت نئی ترقی کے دور پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"دولت و اقتدار کا حصول' عمل ایجاد و اختراع کا سلسلہ جس کا کوئی علاج نہیں' کل سے زیادہ آج' آج سے زیادہ کل' ایک بھوت ہے جو لوگوں کے سروں پر سوار ان کو ان چمکیلے مقاصد کی طرف کوڑے مار مار کر بھگا رہا ہے جو دور سے بہت شاندار معلوم ہوتے ہیں' لیکن ہاتھ میں آنے کے بعد حباب (پانی کا بلبلہ) کی مانند غائب ہوجاتے ہیں' یہاں تک کہ وہ وقت آجاتا ہے جس کے متعلق قرآن کریم کہتا ہے: "کلا لو تعلمون علم الیقین لترون الجحیم."

محمد اسد صاحب کی زندگی کا یہ وہ دور تھا' جب وہ مغرب کی بے روح اور مشینی زندگی سے گھبرا کر روحانی سکون کی تلاش میں اسلام کا مطالعہ کررہے تھے' اسلامی ملکوں کا سفر اور وہاں کی زندگی کا جائزہ لے رہے تھے' اس تلاش حق میں جب پورے چار سال گزر گئے اور ہر پہلو سے اسلام کا جائزہ لے چکے تو آستانۂ اسلام پر سر جھکا دیا وہ اپنے جائزہ و مطالعہ کے دوران کے تاثرات اس طرح بیان کرتے ہیں:

"اسلام کی ایک مکمل تصویر رفتہ رفتہ آخری طور پر میرے سامنے آرہی تھی' ایسی تصویر جو کبھی کبھی مجھے حیرت زدہ اور مدہوش سا کردیتی تھی' وہ اس طرح مرتب اور مکمل ہورہی تھی جس کو عقلی اور ذہنی نفوذ سے تعبیر کیا جاسکتا ہے' یعنی میری طرف سے کسی شعوری کوشش کے بغیر میں نے وہ تمام جھلکیاں اور متفرق واقعات جو گزشتہ چار سال کے اندر میرے ساتھ پیش آئے ایک جگہ مرتب کرلئے' میں نے اپنے سامنے ایک ایسی مکمل عمارت دیکھی' جس کو بہت دقت نظر اور مہارت فن سے بنایا گیا ہو' جس کے سارے اجزائے ہم آہنگ اور باہم پیوست ہوں' نہ اس میں کوئی چیز زائد ہو نہ کم' ایک توازن اور تناسب جس کو دیکھ کر آدمی میں یہ شعور پیدا ہو کہ اسلام کی تعلیمات جو کچھ بھی ہے وہ برمحل ہے۔"

آپ نے تہذیب جدید یا یوں کہہ لیجئے کہ جدید ترقی یافتہ دنیا کی گھٹی گھٹی اور جسم و روح کو بے چین رکھنے والی زندگی سے نکل کر اسلام کی پرسکون اور جسم و روح کو چین بخشنے والی اسلامی زندگی کے سایہ میں آجانے والے کی زندگی کی ایک جھلک دیکھی' اسی کی روشنی میں اپنی موجودہ اور اس سے بھی کہیں زیادہ ترقی یافتہ زندگی کا جائزہ لیجئے' کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ ترقی جتنی بڑھتی جاتی ہے ایک دوسرے سے آگے نکل جانے کی ہوس و حرص بھی اتنی ہی بڑھتی جاتی ہے' جس نے پوری دنیائے انسانیت کو بے چینی میں ڈال رکھا ہے' یہاں پھر محمد اسد کے الفاظ دہرا لیجئے:

"وہ سب کے سب بلا استثنا خوش حال نظر آرہے تھے' سب کے سب خوش پوشاک تھے' لیکن ہر چہرہ پر میں نے ایک پوشیدہ الم کی جھلک دیکھی' اتنی پوشیدہ کہ خود ان سب کو بھی اس کا احساس نہ ہوگا۔"

اس وقت پوری دنیا بے چینی کا شکار ہے' میڈیا اور ذرائع ابلاغ چاہے جو پروپیگنڈہ کریں ہر ملک کے عوام جس گھٹن اور بے چینی کی زندگی گزار رہے ہیں' ایک بڑی تعداد زندگی سے گھبرا کر خودکشی کا شکار ہورہی ہے' جن ترقی یافتہ ملکوں اور جس تہذیب کی چمک دمک نگاہوں کو خیرہ کررہی ہے' اور حد یہ ہے کہ خود مسلمانوں کا جدید تعلیم یافتہ طبقہ اس دجالی جنت کی طرف بڑھ رہا ہے اور اسلامی اقدار کو پاؤں کی بیڑیاں سمجھ رہا ہے' اس کو اگر یورپ کے بکھرے ہوئے عائلی اور خاندانی نظام کا صحیح علم ہو تو اس آگ میں کودنے سے پناہ مانگے اور اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمت دین و اسلام کے شکرانہ میں سربسجود ہوجائے۔

مزید کسی تفصیل میں جانے کے بجائے ہم اقبال مرحوم کے اشعار کا سہارا لیتے ہیں' جو اس ترقی یافتہ زندگی کے کرب و بے چینی' مظلومیت و بے بسی کا آئینۂ حقیقت نما سامنے رکھ دیتے ہیں:

"شاید کہ اتر جائے تیرے دل میں میری بات"

پڑھئے اور جائزہ لیجئے اقبال کہتے ہیں:

یورپ میں بہت روشنی علم و ہنر ہے
حق یہ ہے کہ بے چشمۂ حیواں ہے یہ ظلمات
رعنائی تعمیر میں رونق میں صفا میں
گرجوں سے کہیں بڑھ کے ہیں بینکوں کی عمارات
ظاہر میں تجارت ہے حقیقت میں جوا ہے
سود ایک کا لاکھوں کے لئے مرگ مفاجات
یہ علم یہ حکمت یہ تدبر یہ حکومت
پیتے ہیں لہو دیتے ہیں تعلیم مساوات
بیکاری و عریانی و میخواری و افلاس
کیا کم ہیں فرنگی کی مدنیت کے فتوحات
وہ قوم کہ فیضان سماوی سے ہو محروم
حد اس کے کمالات ہے برق و بخارات

اقبال مرحوم کے ان اشعار کے بعد محمد اسد کا تبصرہ پھر سے پڑھ لیجئے:

"دولت و اقتدار کا حصول' عمل ایجاد و اختراع کا سلسلہ جس کا کوئی علاج نہیں' کل سے زیادہ آج' آج سے زیادہ کل' ایک بھوت ہے جو لوگوں کے سروں پر سوار ان کو ان چمکیلے مقاصد کی طرف کوڑے مار مار کر بھگا رہا ہے جو دور سے بہت شاندار معلوم ہوتے ہیں' لیکن ہاتھ میں آنے کے بعد حباب (پانی کا بلبلہ) کی مانند غائب ہوجاتے ہیں' یہاں تک کہ وہ وقت آجاتا ہے جس کے متعلق قرآن کریم کہتا ہے: "کلا لو تعلمون علم الیقین لترون الجحیم." ☆☆☆

مسلک دیوبند

کلیۃً مسلک اہلسنت والجماعت

مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی

محدثین دہلی اور ان کے چشمۂ علم وعرفان سے سیراب علمائے دیوبند اپنے مسلک اور دینی رخ کے اعتبار سے کلیتًا اہل السنۃ والجماعۃ ہیں، پھر وہ خود رو قسم کے اہل سنت نہیں، بلکہ اوپر سے ان کا سندی سلسلہ جڑا ہوا ہے، اس لئے مسلک کے اعتبار سے وہ نہ کوئی جدید فرقہ ہیں نہ بعد کی پیداوار ہیں، بلکہ وہی قدیم اہل السنۃ والجماعۃ کا مسلسل سلسلہ ہے جو اوپر سے سند متصل اور استمرار کے ساتھ "کابرًا عن کابر" چلا آ رہا ہے۔

علمائے دیوبند کے اس جامع، افراط وتفریط سے پاک مسلک معتدل کو سمجھنے کے لئے خود لفظ اہل السنۃ والجماعۃ میں غور کرنا چاہئے جو دو اجزاء سے مرکب ہے: ایک "السنۃ" جس سے اصول قانون اور طریق نمایاں ہیں اور دوسرا "الجماعۃ" جس سے شخصیات اور رفقائے طریق نمایاں ہیں۔ اہل السنۃ والجماعۃ کے اس ترکیبی کلمہ سے یہ بات پورے طور پر واضح ہوتی ہے کہ اس مسلک میں اصول وقوانین بغیر شخصیات کے اور شخصیات بغیر قوانین کے معتبر نہیں، کیونکہ قوانین ان شخصیات ہی کے راستے سے آتے ہیں، اس لئے ماخوذ کو لیا جانا اور ماخذ کو چھوڑ دینا کوئی معقول مسلک نہیں ہو سکتا۔

حدیث "ما أنا علیہ وأصحابی" میں بہتر فرقوں میں سے فرقۂ ناجیہ کی نشاندہی فرماتے ہوئے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے معیار حق ان ہی دو چیزوں کو قرار دیا "ما أنا" سے اشارہ سنت یعنی طریق نبوی یا قانون دین کی طرف ہے اور "وأصحابی" سے اشارہ الجماعۃ یعنی برگزیدہ شخصیات کی طرف ہے بلکہ مسند احمد اور سنن ابی داؤد میں اصحابی کے بجائے "الجماعۃ" کا صریح لفظ موجود ہے۔

اس لئے تمام صحابہؓ، تابعینؒ، فقہائے مجتہدینؒ، ائمہ محدثینؒ اور علمائے راسخین کی عظمت ومحبت، ادب واحترام اور اتباع وپیروی اس مسلک کا جوہر ہے، کیونکہ ساری دینی برگزیدہ شخصیتیں ذات نبوی سے انتساب کے بدولت ہی وجود میں آتی ہیں، پھر مختلف علوم دینیہ میں حذاقت ومہارت اور خداداد فراست وبصیرت کے لحاظ سے ہر شعبۂ علم میں ائمہ اور اولوالامر پیدا ہوئے اور امام ومجتہد کے نام سے انہیں یاد کیا گیا۔ مثلاً ائمہ اجتہاد میں امام ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ وغیرہ، ائمہ حدیث میں امام بخاریؒ، امام مسلمؒ، امام ابوداؤدؒ، امام ترمذیؒ، امام نسائی" رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ، ائمہ احسان واخلاص میں اویس قرنی، فضیل بن عیاض رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ، ائمہ حکمت وحقائق میں امام رازی، امام غزالی رحمہم اللہ وغیرہ ائمہ کلام میں ابوالحسن اشعری، ابو منصور ماتریدی رحمہم اللہ وغیرہ، نیز اسی قسم کی دین کی اور برگزیدہ شخصیتیں ہیں جن کی درجہ بدرجہ توقیر وعظمت مسلک دیوبند میں شامل ہیں۔

پھر ان تمام دینی شعبوں کے اصول وقوانین کا خلاصہ دو ہی چیزیں ہیں: "عقیدہ وعمل" عقیدے میں تمام عقائد کی اساس وبنیاد عقیدۂ توحید ہے اور عمل میں سارے اعمال کی بنیاد اتباع سنت ہے۔

مسلک دیوبند میں عقیدۂ توحید پر بطور خاص زور دیا جاتا ہے، تاکہ اس کے ساتھ شرک یا موجبات شرک جمع نہ ہوں اور کسی بھی غیر اللہ کی اس میں شرکت نہ ہو، ساتھ ہی عظیم اہل اللہ اور ارباب فضل وکمال کی توقیر کو عقیدۂ توحید کے منافی سمجھنا مسلک کا کوئی عنصر نہیں۔

علمائے دیوبند کا یہ ایمان ہے کہ سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افضل البشر وافضل الانبیاء ہیں، مگر ساتھ ہی آپ کی بشریت کا بھی عقیدہ رکھتے ہیں، وہ آپ کے علو درجات کو ثابت کرنے کے لئے حدود عبدیت کو توڑ کر حدود معبودیت میں پہنچا دینے سے کلی احتراز کرتے ہیں، وہ آپ کی اطاعت کو فرض عین سمجھتے ہیں، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کو جائز نہیں سمجھتے۔

علمائے دیوبند برزخ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات جسمانی کے قائل ہیں، مگر وہاں معاشرت دنیوی کو نہیں مانتے۔ وہ آپؐ کے علم عظیم کو ساری کائنات کے علم سے بدرجہا زیادہ مانتے ہیں، پھر بھی اس کے ذاتی ومحیط ہونے کے قائل نہیں۔

علماء دیوبند تمام صحابہؓ کی عظمت کے قائل ہیں، البتہ ان میں باہم فرق مراتب ہے تو عظمت مراتب میں بھی فرق ہے، لیکن نفس صحابیت میں کوئی فرق نہیں، اس لئے محبت وعقیدت میں فرق نہیں پڑ سکتا، پس "الصحابۃ کلھم عدول" اس مسلک کا سنگ بنیاد ہے۔ صحابہ کرامؓ بحیثیت قرن خیر من حیث الطبقہ ہیں اور پوری امت کے لئے معیار حق ہیں۔ علمائے

دیوبند انہیں غیر معصوم ماننے کے باوجود ان کی شان میں بدگمانی اور بدزبانی کو جائز نہیں سمجھتے اور صحابہ کرام کے بارے میں اس قسم کا رویہ رکھنے والے کو حق سے منحرف سمجھتے ہیں۔

علمائے دیوبند کے نزدیک ان کے باہمی مشاجرات میں خطا وصواب کا تقابل ہے، حق وباطل کا اور طاعت ومعصیت کا نہیں، اس لئے ان میں سے کسی فریق کو تنقید وتنقیص کا ہدف بنانا جائز نہیں۔

علمائے دیوبند تمام صلحائے امت واولیاء اللہ کی محبت وعظمت کو ضروری سمجھتے ہیں، لیکن اس محبت و عظمت کا یہ معنی قطعاً نہیں لیتے کہ انہیں یا ان کی قبروں کو سجدہ وطواف اور نذر وقربانی کا محل بنالیا جائے۔

وہ اہل قبور سے فیض کے قائل ہیں، استمداد کے نہیں۔ حاضری قبور کے قائل ہیں، مگر انہیں عیدگاہ بنانے کو روا نہیں سمجھتے، وہ ایصال ثواب کو مستحسن اور اموات کا حق سمجھتے ہیں، مگر اس کی نمائشی صورتیں بنانے کے قائل نہیں۔

وہ تہذیب اخلاق، تزکیہ نفس اور عبادت میں قوت احسان پیدا کرنے کے لئے اہل اللہ کی بیعت و صحبت کو حق اور طریق احسانی کے اصول وہدایت کو تجربتاً مفید اور عوام کے حق میں ایک حد تک ضروری سمجھتے ہیں اور اسے شریعت سے الگ کوئی مستقل راہ نہیں سمجھتے، بلکہ شریعت ہی کا باطنی واخلاقی حصہ مانتے ہیں۔

جیسا کہ پہلے عرض کیا جاچکا ہے کہ علمائے دیوبند احکام شرعیہ فروعیہ اجتہادیہ میں فقہ حنفی کے مطابق عمل کرتے ہیں، بلکہ برصغیر میں آباد کم وبیش پچاس کروڑ مسلمانوں میں نوے فیصد سے زائد اہل السنۃ والجماعۃ کا یہی مسلک ہے، لیکن اپنے اس مذہب ومسلک کو آڑ بناکر دوسرے فقہی مذاہب کو باطل ٹھہرانے یا ائمہ مذاہب پر زبان طعن دراز کرنے کو جائز نہیں سمجھتے، کیونکہ یہ حق وباطل کا مقابل نہیں ہے، بلکہ صواب وخطا کا تقابل ہے۔ مسائل فروعیہ اجتہادیہ میں ائمہ اجتہاد کی تحقیقات میں اختلاف کا ہوجانا ایک ناگزیر حقیقت ہے اور شریعت کی نظر میں یہ اختلاف صحیح معنوں میں اختلاف ہے ہی نہیں، قرآن حکیم ناطق ہے:

"شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا." (الشوریٰ:۱۳)

ظاہر ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دور تک شریعتوں اور منہاج کا کھلا ہوا اختلاف رہا، پھر بھی قرآن حکیم اس کو ایک ہی دین قرار دے رہا ہے اور شریعتوں کے باہمی فروعی اختلاف کو وحدت دین کے معارض نہیں سمجھتا۔ اگر یہ فروعی اختلاف بھی افتراق واختلاف کی حد میں آسکتے تو پھر: "وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ" کا خطاب کیونکر درست ہوتا۔

لہٰذا جس طرح شرائع سماویہ فروعی اختلاف کے باوجود ایک ہی دین کہلائیں اور ان کے ماننے والے سب ایک ہی رشتۂ اتحاد واخوت میں منسلک رہے۔ تحزب وتعصب کی کوئی شان ان میں پیدا نہیں ہوئی، اسی لئے وہ "وَكَانُوْا شِيَعًا" کی حد میں نہیں آئے ٹھیک اسی طرح ایک دین حنیف کے اندر فروعی اختلافات، اس کی شان اجتماعیت ووحدت میں خلل انداز نہیں ہوسکتے۔

مواقع اجتہاد میں اہل اجتہاد دین ہی کا مقرر کردہ اصول ہے، اسے دین میں اختلاف کیسے کہا جاسکتا ہے؟ رہا جماعت مجتہدین میں سے کسی ایک کی پیروی وتقلید کو خاص کرلینا تو دین کے بارے میں آزادی نفس سے بچنے اور خودرائی سے دور رہنے کے لئے امت کے سواد اعظم کا طریق مختار یہی ہے، جس کی افادیت وضرورت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ باب تقلید میں علمائے دیوبند کا یہی طرز عمل ہے، وہ کسی بھی امام، مجتہد یا اس کی فقہ کی کسی جزئی کے بارے میں تمسخر، سوئے ادب، یا رنگ ابطال وتردید سے پیش آنے کو خسران دنیا وآخرت سمجھتے ہیں، ان کے نزدیک یہ اجتہادات شرائع فروعیہ ہیں، شرائع اصلیہ نہیں کہ اپنے فقہ کو موضوع بناکر دوسروں کی تردید یا تفسیق وتضلیل کریں، البتہ اپنے اختیار کردہ فقہ پر ترجیح کی حد تک مطمئن ہیں۔

اب رہا مسئلہ احکام اجتہادیہ میں ان کی ترجیحات اور طریق عمل کا تو کتاب وسنت اور امت میں متوارث قواعد نفسیہ نصوص کی روشنی میں ان پر بحث وگفتگو کی جاسکتی ہے، جس کا دروازہ ہمیشہ سے کھلا ہے۔ عہد صحابہ کرامؓ سے یہ تعامل چلا آرہا ہے کہ اس نوع کے مسائل میں اہل نظر علماء قواعد واصول کے تحت صواب وخطا اور راجح ومرجوح کی حد تک بحث و نظر کرتے رہے ہیں۔

لیکن ان اجتہادی ومختلف فیہ مسائل کو آڑ بناکر ملت واحدہ میں انتشار اور تفرقہ پیدا کرنا اور انہیں حق و باطل کا معیار ٹھہراکر مسلمانوں کو ہدایت وضلالت کے متضاد خانوں میں تقسیم کردینا، تو یہ نہایت خطرناک رویہ ہے، جس سے اہل السنۃ والجماعۃ کے سلف وخلف کا دامن پاک وصاف رہا ہے، بلکہ اس غیر معقول ناروا روش کے دروازے کو بند کرنے کے لئے تاکہ امت مسلمہ کی وحدت برقرار ہے، سلف صالحین علمائے راسخین نے نصوص فہمی اور تاویل واجتہاد کے سلسلے میں ایک علمی دستور اور منہاج مقرر کردیا ہے، جس کے ذریعے انہوں نے نصوص وآراء میں جمع وتطبیق کی راہیں ہموار کیں اور امت کو: "مِنَ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا، كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ" کا مصداق بننے سے بچالیا۔

☆☆......☆☆

شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندیؒ

مرسلہ مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

کیا آپ اس عظیم مسلمان کو جانتے ہیں جس نے سب سے پہلے انگریز کے فریب کو سمجھا اور یہ سمجھا کہ انگریزی استعمار ایک ذلیل منصوبہ اور انگریز ایک بدترین قوم ہے؟

کیا آپ اس ہستی سے واقف ہیں جس نے اپنے وسیع مطالعہ طویل مشاہدہ اور اپنی مومنانہ فراست سے یہ جان لیا تھا کہ انگریز اپنے سوا دنیا کی تمام قوموں کو اپنا غلام اور ذلیل وحقیر مخلوق سمجھتے ہیں اور انگریزوں کا خیال یہ ہے کہ ان کے سوا دنیا کی کسی قوم کو روئے زمین پر زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں؟

اور کیا آپ تاریخ اسلام کے اس بطل جلیل کا اسم گرامی جانتے ہیں' جو برطانوی استعمار کے وسیع مطالعہ میں بے نظیر اور آزادی ہند کے مجاہدین میں سرفہرست ہے؟

یہ اپنے وقت کے عظیم محدث و مفسر حضرت مولانا شیخ محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ ہیں' دارالعلوم دیوبند کے سب سے پہلے طالب علم۔

آپؒ ۱۲۶۸ھ میں پیدا ہوئے۔ دارالعلوم دیوبند سے علوم دینیہ میں سند فراغ حاصل کی اور وہیں مدرس مقرر ہوگئے' لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک اور مقصد جلیل کے لئے اس دنیا میں بھیجا تھا۔ آپ کو اپنی قوم میں ایک انقلاب لانا اور قوم کو انگریزی استعمار کے خلاف جہاد کے لئے اٹھانا تھا۔ چنانچہ ایک طرف آپ کی عمر کا ایک بہترین حصہ علوم و معارف کی نشر و اشاعت میں گزرا تو دوسری طرف غیر ملکی حکومت کی مخالفت اور انگریزوں کے ناجائز تسلط سے آزادی کا حصول آپ کا نصب العین قرار پایا۔

حضرت شیخ نے اپنا سب کچھ ہندوستان میں ایک مضبوط تحریری وتقریری اور علمی اسلامی انقلاب برپا کرنے میں صرف کردیا' اور جب کہ سینکڑوں طلباً آپ کی زبان فیض ترجمان سے بہتے ہوئے علوم و معارف کے چشموں سے فیضیاب ہو رہے تھے اور ایک عالم آپ کے فضل وکمال کا معترف ہو چکا تھا' آپ نے مقصد کی راہ میں ایک قدم اٹھایا' بہت سے مضامین لکھے جگہ جگہ تقریریں کیں' وقت کی عظیم شخصیات سے ملے' اپنے حق میں عالم اسلام کے مشہور زعماء کی تائید حاصل کی اور اکابر سے مدد کے وعدے لئے' آپ کے جذبہ آزادی کو مشتعل کرنے کے لئے ۱۸۵۷ء کا وہ ناکام انقلاب کافی تھا جس میں انگریزوں نے اپنی پوری وحشت وبربریت کا مظاہرہ کیا تھا' جگہ جگہ پھانسی گھر اور مذبح خانے قائم کئے اور مسلمانوں سے ان کے مطالبہ آزادی پر نہایت بھونڈا انتقام لیا تھا۔ یہ انقلاب تاریخ کا ایک ایسا دردناک واقعہ ہے' جس کے ذکر سے دل دہل جاتے ہیں اور آنکھیں آنسو بہانے پر مجبور ہوجاتی ہیں' اس واقعہ کے ذکر میں دردناک سزاؤں' پھانسی گھروں' مذبح خانوں' چہروں پر بہتے ہوئے آنسوؤں اور گلیوں میں بہتے ہوئے خون کے سوا اور کچھ نہیں پھر اس انقلاب کی ناکامی کے بعد مسلمانوں کی پسماندہ حالت اور ہندوستان کا خوفناک مستقبل ہر صاحب دل کو خون کے آنسو رلاتا تھا۔

یہ خوفناک حالات اور تاریک فضائیں تھیں جن میں روشنی کی یہ کرن نمودار ہوئی' یعنی حضرت شیخ نے نئے سرے سے انگریز کے خلاف علم جہاد بلند کیا اور ایک نیا انقلاب برپا کرنا چاہا' یہ انقلاب اگرچہ ایک خاموش (علمی) انقلاب تھا لیکن بہرحال اپنے مقصد و معنی کے اعتبار سے اور پھر اپنے اس پس منظر کے لحاظ سے جس میں خون سے لکھی ہوئی آزادی کی داستانیں تھیں' یقیناً ایک انقلاب تھا۔ آپ اٹھے اور بہت سے قلوب کو اپنی طرف متوجہ کرنے میں کامیاب ہوگئے ایک قافلہ مرتب ہوگیا' جس نے اپنے مجوزہ میدان میں جہاد شروع کردیا۔ نتیجتاً اس کے خون سے عرش استعمار ہل گیا اور برطانوی ایوانوں میں زلزلہ آگیا' پھر کچھ دنوں بعد حضرت شیخ اپنے اللہ سے جا ملے۔ لیکن آپ کی روح زندہ اور کارفرما رہی' آپ کی مساعی بار آور ہوئیں اور ہندوستان نے اپنی امیدوں اور آرزوؤں کو عروس آزادی سے ہمکنار ہوکر پالیا۔ کاش! کہ حضرت شیخ یہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھتے۔ ☆☆

آپ کی عمر کا ایک بہترین حصہ
علوم ومعارف کی نشر واشاعت میں گزرا
تو دوسری طرف غیرملکی حکومت کی مخالفت
اور انگریزوں کے ناجائز تسلط سے آزادی
کا حصول آپ کا نصب العین قرار پایا

خدمت اور عبادت... دونوں کے پلڑے برابر

مفکر احرار محترم جناب چوہدری افضل حق مرحوم نابغہ روزگار شخصیات میں سے ایک عظیم نام ہے، نامور ادیب اور مایہ ناز قلم کار تھے، آپ کی علمی کاوشوں میں سے ایک مقبول عام کتاب ''دین اسلام'' ہے، جسے افادۂ عام کے لئے ادارہ کی طرف سے پیش کیا جارہا ہے

چوہدری افضل حق

لیکن اب تو عبادات کے خلاف منظم جماعت بندی شروع ہے، بے عمل ملا اور قبر فروش صوفی کے خلاف ہی جہاد جاری نہیں بلکہ سرے سے نماز کی افضلیت پر بحث ہے۔ ایک گروہ سیاسی غلبہ کو عین اسلام سمجھتا ہے نیکی کا معیار سیاسی ہے خواہ چند ڈاکو ہی اٹھ کر لوگوں کی گردن دبالیں۔ عزیزو! اس دھوکے میں نہ آؤ، عیسائی سلاطین کا غلبہ اس قوم کے چند عمدہ پہلوؤں کی دلیل ہے اول درجہ میں ان کی مسلمانوں کے مقابلہ میں عمدہ ہتھیار بندی اور ایثار۔ مسلمانوں میں جوش جہاد کی اب بھی کیا کمی ہے مگر پرانی توپوں کو لے کر سومیل سے گولے اگلنے والی توپوں کا مقابلہ درحقیقت برہنہ چھاتی پر گولی کھانے کے برابر ہے، پس چند عیسائی اقوام کا اسلامی ممالک پر قبضہ عیسائی قوم کے خدا کی طرف سے انعام یافتہ ہونے کی دلیل نہیں بلکہ ڈاکوؤں کی مثال ہے جو بے خبری میں شریف شہریوں پر قابض ہوجائیں، یہ بے خبری قابل ملامت ہے مگر ڈاکوؤں کی چیرہ دستی ستائش کے لائق نہیں، مسلمان کا خدا سے پختہ تعلق اور حسن اخلاق عوام کی بہترین خدمت اور جذبۂ ایثار کا لازمی نتیجہ دنیا میں اخلاقی غلبہ ہونا چاہئے۔ سیاسی غلبہ ضمن ہے۔ اسلام کے نزدیک اصل غلبہ اخلاقی غلبہ ہے یہ خدمت خلق کے بغیر ممکن نہیں اور خدمت خلق کا جذبہ بغیر خالق کی عبادت کے مستقل طور پر پیدا نہیں ہوتا۔ جوانی کا جوش بعض لوگوں کو ابتدائے عمر میں نیک کاموں کی طرف لگاتا ہے، خدا سے لو لگنے کی کمی سے آہستہ آہستہ یہ خدمت گزاری کا ولولہ بڑھاپے تک ختم ہوجاتا ہے، خدا کے پاک بندوں کے جوش اور ولولے مرتے دم تک باقی رہتے ہیں، جب قوم میں عبادت اور خدمت دونوں کے عامل کثرت سے پیدا ہوجاتے ہیں جو علم حق اور انصاف کے لئے سب کچھ قربان کردیتے ہیں تو اسلامی معنوں میں قوم غالب

اسلام کے نزدیک
اصل غلبہ اخلاقی غلبہ ہے
یہ خدمت خلق کے بغیر ممکن نہیں
اور خدمت خلق کا جذبہ بغیر خالق
کی عبادت کے مستقل طور پر
پیدا نہیں ہوتا

ہوجاتی ہے۔

اے عزیزو! بعض اوقات عبادت کی کثرت خدمتِ خلق سے لاپروا کردیتی ہے اور کبھی خدمت خلق کا جوش عبادت الٰہی سے غافل کردیتا ہے دونوں صورتیں نامناسب ہیں۔ ایک کی طرف رجحان ہو تو طبیعت پر بوجھ دے کر دوسری صورت قائم رکھنی چاہئے۔ خدمت اور عبادت دونوں کے پلڑے برابر رکھنے کا نام سلامتی اور اسلام ہے۔

ہندوستان میں سوامی دیانند کا ظہور ہندو قوم میں محض سیاسی غلبہ اور دنیوی ترقی کی پکار تھی۔ ہندو نوجوان ہمارے نوجوانوں کی طرح ذکر حق سے غافل ہوکر سیاسی غلبہ کا شیدا ہوگیا ہے۔ مجھے آریہ سماج کی روحانی موت اور سیاسی اور تعلیمی زندگی سے اس قوم کے لئے خدشات نظر آتے ہیں، لیکن مہاتما گاندھی نے اپنے عمل کی بنیاد پھر خدا کی محبت پر رکھ کر ہندو قوم کو اور زندگی دے دی۔ کیونکہ خدا کی محبت کے بغیر ہماری انسانی ترقی انسانوں کی غارت گری کے کام آتی ہے۔ مہاتما گاندھی نے نمازوں کو مقدم کرلیا اور روزے کو اپنی روح کے آرام کے لئے ضروری سمجھا۔ اگرچہ گاندھی اسلام نہ لایا، مگر اسلامی اصولوں کی پیروی کرکے عبادت اور خدمت دونوں کے پلڑوں کو برابر رکھ کر بڑھ رہا ہے۔ یہ عمل قوموں کی زندگی کو بڑھاتا ہے اور انہیں دنیا میں برتر کرتا ہے۔

میں نے اپنی عمر میں بیسیوں ہندوؤں اور سکھوں کو مسلمانوں کے طریق عبادت کو سب سے فائق بیان کرتے سنا ہے۔ ان کے یقین دلانے سے نہیں بلکہ اپنی سمجھ سے نماز کو زندگی کا معراج سمجھتا ہوں نمازیں کبھی دل شکستہ نہیں ہونے دیتیں، بڑھاپے اور بیماری میں بھی ہمت کو جوان اور روح کو تندرست رکھتی ہیں۔ سچا مسلمان ہمیشہ نئی آنکھوں سے دنیا کو دیکھتا ہے اور غریبی میں بھی امیری کرتا ہے۔

(''دین اسلام'' سے ایک اقتباس از چوہدری افضل حق)

(جاری ہے)

خانوزئی تقریب ختم نبوت

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی کے مرکزی مبلغ مولانا قاضی احسان احمد نے جامعہ عائشہ صدیقہ للبنات خانوزئی بلوچستان کی تقریب ختم بخاری شریف میں خطاب کرتے ہوئے کہا کہ قادیانیوں کو آئین وقانون کا پابند بنایا جائے۔ عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ بہت بڑا اعزاز ہے۔ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے جہاں مردوں نے قربانیاں دی ہیں تو خواتین امت کا بھی عظیم کردار رہا ہے۔ مولانا قاضی احسان احمد نے کہا کہ اسلام کو ہر دور میں فتنوں کا سامنا رہا ہے۔ جب سیدنا صدیق اکبرؓ خلیفہ رسول مقرر ہوئے، اس وقت بعض قبائل نے زکوٰۃ دینے سے انکار کردیا: مسیلمہ کذاب، اسود عنسی، طلیحہ اسدی نے نبوت کے دعوے کئے تو سیدنا صدیق اکبرؓ نے مانعین زکوٰۃ اور فتنہ ارتداد کے خلاف جہاد کیا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے مسیلمہ کذاب کے حواریوں کو جنگ یمامہ میں شکست دی۔ اس جنگ میں بارہ سو صحابہ کرام اور تابعین نے جام شہادت نوش کرکے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا تحفظ کیا۔ مولانا قاضی احسان احمد نے کہا کہ: بیرون ممالک میں قادیانیت بے نقاب ہورہی ہے اور بڑی تعداد میں قادیانی مسلمان ہورہے ہیں۔ قادیانی اپنے دجل وفریب کو اخلاق کا نام دیتے ہیں، مسلمان ان کے جھانسہ میں نہ آئیں۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پوری دنیا میں قادیانیت کا تعاقب کررہی ہے۔ تقریب ختم بخاری شریف میں شیخ الحدیث مولانا عبدالمجید، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے صوبائی نائب امیر مولانا عبداللہ منیر، ناظم تبلیغ مولانا عبدالرحیم رحیمی اور مبلغ مولانا محمد یونس نے بھی خطاب کیا۔ دریں اثنا عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی کے مرکزی مبلغ مولانا قاضی احسان احمد نے جامع مسجد نورانی کوئٹہ اور جامع مسجد گول سیٹلائٹ ٹاؤن میں جمعات کے عظیم الشان اجتماعات سے خطاب کیا خطاب کرتے ہوئے۔ مولانا قاضی احسان احمد نے کہا کہ عقیدہ ختم نبوت امت کی اساس اور بنیاد ہے اور اس کا تحفظ درحقیقت اسلام کا تحفظ ہے۔ امت نے ہر دور میں اسلام کے اساسی اور نظریاتی نظام کی حفاظت کے لئے اپنے آپ کو میدان عمل میں لاکر کھڑا کیا ہے۔ امت اس بات پر مبارکباد کی مستحق ہے کہ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت وناموس کی حفاظت کے لئے اپنے آپ کو دل وجان سے اس کام کو کرنے والوں کے ساتھ ہمہ وقت تیار رہتے ہیں۔

چمن میں ختم نبوت کانفرنس

چمن... عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت بلوچستان کے زیر اہتمام چمن میں عظیم الشان ختم نبوت کانفرنس منعقد کی گئی، جس میں مہمان خصوصی عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی کے مبلغ مولانا قاضی احسان احمد تھے۔ کانفرنس میں صوبائی امیر مولانا عبدالواحد، نائب امیر مولانا عبداللہ منیر، ناظم تبلیغ مولانا عبدالرحیم رحیمی، مبلغ مولانا محمد یونس، علامہ عبدالغنی مرحوم کے صاحبزادے حافظ محمد یوسف، جمعیت علماء اسلام ضلع قلعہ عبداللہ کے سرپرست شیخ الحدیث مولانا عبدالکریم اور عالمی مجلس چمن کے نائب امیر مفتی جمال الدین نے خطاب کیا۔ علماء نے کہا کہ قادیانی ملک وملت کے لئے ناسور ہیں اور وہ دنیا بھر میں پاکستان کے خلاف پروپیگنڈوں میں مصروف ہیں اور ملک میں خلفشار اور سیاسی عدم استحکام پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ قادیانیوں کی کوشش ہے کہ پارلیمنٹ کی ۱۹۷۴ء کی آئینی ترمیم ختم ہوجائے۔ اس مقصد کے لئے مقتدر حلقوں میں قادیانی لابی مصروف عمل ہے۔ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا فیصلہ صرف علماء کرام کا نہیں، بلکہ ہر مسلمان شہری کا تھا۔ عقیدہ ختم نبوت کی پاسبانی کرنے والوں پر اللہ کی رحمت کا نزول ہوتا ہے۔ علماء کرام نے کہا کہ: یہود ونصاریٰ کی ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ امت مسلمہ کا تعلق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کاٹ دیا جائے، تو اسی مشن کے لئے انگریزوں نے مرزا غلام احمد قادیانی سے نبوت کا دعویٰ کرایا۔ اکابرین امت نے ہمیشہ اس فتنے کے سامنے بند باندھا، اکابرین ملت کا تحفظ ختم نبوت کے لئے جدوجہد تاریخ کا درخشندہ باب ہے، عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے مسلمانان پاکستان نے لازوال قربانیاں دی ہیں ۱۹۵۳ء کی تحریک میں ہزاروں مسلمانوں نے جان نچھاور کرکے ختم نبوت کا تحفظ کیا اور مسلمان اب بھی ناموس رسالت کے لئے ہر قسم کی قربانی دینے کے لئے تیار ہیں۔ کانفرنس کو کامیاب بنانے کے لئے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت چمن کے امیر قاری جنید احمد فردوسی اور ان کے مخلص رفقاء کرام نے دن رات ایک کردی اور الحمدللہ انہی حضرات کی محنت سے چمن میں ختم نبوت زندہ باد کے نعرے گونجے۔ اللہ رب العزت اس محنت وکاوش کو قبول فرمائے اور تادم زیست اس کام کے ساتھ جڑنے کی توفیق عطا فرمائے۔

تاجکستان میں اسلام اور مسلمانوں کا بڑھتا ہوا دائرہ

تاجکستان میں ایک بار پھر انسانی حقوق کے خلاف قوانین نافذ کئے جارہے ہیں، اسی طرح کا ایک قانون یہ نافذ کیا گیا ہے کہ ۱۸ سال سے کم عمر کے بچے مساجد میں نہیں آسکتے اس عمل کو تجزیہ نگاروں نے انسانی حقوق کے خلاف قرار دیا ہے اور اس پر نکتہ چینی کی ہے۔ امریکی اخبار نیویارک ٹائمز کے مطابق تاجکستان کی حکومت اسلام اور اسلامی تعلیمات سے سخت خائف ہے اور وہ اسلام کے غالب آنے سے بڑی پریشانی میں ہے۔ اخبار نے مزید لکھا ہے کہ تاجکستان میں حجاب، داڑھی، اسلامی لباس اور مصلے وجائے نماز کی دکانیں اور اسلامی شعائر کی تصاویر والی گھڑیاں بڑی تیزی کے ساتھ پھیل رہی ہیں، اسی کے ساتھ حکومت کے افراد اور کارندے دینی خطابات سے روکتے، اسلامی ویب سائٹس اور خاص مساجد کو بند کرتے اور خطبہ جمعہ پر بھی گہری نظر رکھتے ہیں۔ اس سلسلہ میں حکومت نے اسلامی غلبہ کو روکنے کے لئے جو طلبا دوسرے ممالک کی اسلامی جامعات میں تعلیم حاصل کرنے والے اپنے طلبا سے ملک واپس آنے کی درخواست کی ہے۔ (تعمیر حیات لکھنؤ ۲۵ جنوری ۲۰۱۳ء)

زیر اہتمام: لائبریری
ویرانگستان بیادی

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے
مرکزی دار المبلغین کے زیر اہتمام

مدرسہ ختم نبوۃ مسلم کالونی چناب نگر

مقام

32 واں

سالانہ ختم نبوۃ کورس

نامور علماء ومناظرین و
ماہرین فن لیکچر دیں گے
انشاءاللہ

مقدس

زیر سرپرستی

حضرت اقدس
شیخ الحدیث
مولانا

حکیم العصر محدث کبیر
ولی کامل مخدوم العلماء

عبدالمجید لدھیانوی صاحب دامت برکاتہم

امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ

بتاریخ

5 شعبان ۱۴۳۴ھ مطابق 15 جون 2013
تا
27 شعبان ۱۴۳۴ھ مطابق 7 جولائی 2013

- کورس میں شرکت کے خواہشمند حضرات کیلئے کم ازکم درجہ رابعہ یا میٹرک پاس ہونا ضروری ہے
- شرکاء کو کاغذ قلم، رہائش خوراک، نقد وظیفہ، منتخب کتب کا سیٹ دیا جائے گا
- کورس کے اختتام پر امتحان ہوگا کامیاب ہونے والوں کو اسناد دی جائیں گی نیز پوزیشن حاصل کرنے والوں کو اضافی کتب اور نقد انعام دیا جائے گا۔
- داخلہ کے خواہشمند سادہ کاغذ پر درخواست ارسال کریں جس میں نام، ولدیت مکمل پتہ اور تعلیمی تفصیل لکھی ہو موسم کے مطابق بستر ہمراہ لانا انتہائی ضروری ہے

درخواستوں کیلئے پتہ

شعبہ نشر و اشاعت عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت چناب نگر ضلع چنیوٹ

برائے رابطہ
مولانا عزیز الرحمن ثانی
0300-4304277
مولانا غلام رسول دین پوری
0300-6733670